زمین کربلا

یعنی

علی جلال حسین مصری کی جدید تالیف

الحسینؑ

کے اُس حصّہ کا ترجمہ جس میں مستند کتابوں کے حوالے سے یزید کے حالات زندگی اور
امام حسینؓ مسلم بن عقیل و دیگر شہدائے کربلا کے شروع سے لیکر آخر تک تمام واقعات پر تحقیقی
اور تشفی بخش روشنی ڈالی گئی ہے

از

محمد ایوب عثمانی اورنگ آبادی گیاوی

طباعت بار اول ماہ نومبر ۱۹۳۷ء

باہتمام

مالک النسب والاحسب عالیجناب سید امین اللہ صاحب وکیل اورنگ آبادی متعہ اللہ بنعمتہ وفضلہ
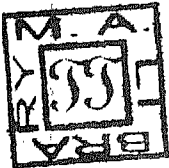
در برقی مشین پریس مراد پور بانکی پور پٹنہ طبع شد

ملنے کا پتہ:- دفتر مدرسہ معارف القرآن اورنگ آباد ضلع گیا   قیمت کتاب فی جلد عہ

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غالباً اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ واقعۂ کربلا دنیا کے نہایت پرعظمت اور اہم ترین واقعات سے ہے جس سے ثابت ہے کہ کس طرح معرکۂ کربلا کے ہیرو، تقدس اور صدق و صفا کے مجسمہ خلافت کے حقدار جگر گوشۂ رسول حضرت امام حسینؓ نے حق و صداقت کی حمایت میں جان قربان کر دی اور باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا یقیناً یہ ایثار و قربانی شرافت نفس و خود داری صداقت و راستی حقیقی شجاعت و بلند ہمتی کا ایک ایسا کارنامہ ہے جو انہیں دنیا کے بزرگ ترین انسانوں کے صف اول میں جگہ دیتا ہے اور جو نہ صرف کسی مخصوص جماعت کیلئے بلکہ تمام عالم کیلئے اعلیٰ کردار کا بے مثل نمونہ ہے اس سے ظاہر ہے کہ ایسی جلیل القدر اور عظیم الشان ہستی کی زندگی اور شہادت کے صحیح حالات اور آپ کی حمایت میں آپ کے سچے جاں نثار پروانوں کے قربان ہو جانے کی حقیقی کیفیات کا مطالعہ کرنا اور اس سے سبق لینا کس قدر ناگزیر ہے۔ پس اسی لئے فاضل مصری علامہ جلال حسینی نامی کی جدید تالیف الحسین کے حصہ دوم کے نصف اول کا اردو ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے جسکے شروع میں یزید کے حالاتِ زندگی پھر اسکی تخت نشینی کے بعد اسکے اور حضرت امام حسینؓ کے درمیان جو واقعات رونما ہوئے ایک خاص تشفی بخش طریقہ پر جمع کئے گئے ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ اس کتاب کو لوگ دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کرینگے اور اگر اصحاب ذوق اور ہمدردان قوم و ملت نے توجہ کی اور اس کتاب کے نسخے کافی تعداد میں فروخت ہوئے تو انشاء اللہ تعالیٰ حصۂ دوم کے نصف آخر اور حصۂ اول کے ترجمے بھی جلد ہی طبع ہو کر ناظرین کی آنکھوں کے سامنے آجائینگے جن کا مطالعہ اس حصہ کتاب سے زیادہ ضروری ہوگا، کیونکہ اس سے کم لوگ واقف ہیں کہ واقعۂ شہادت پیش آنے سے پہلے حضرت امامؑ کی زندگی کس طرح گذری اور کس طرح شہادت کے بعد آپ کے شیدائیوں میں جذبۂ انتقام پیدا ہوا اور آخرکار دنیا ہی میں روسیاہ قاتلین امام سے ان کے ظلم کا بدلہ وصول کیا۔

محمد ایوب عثمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یزید بن معاویہ

اخبار الدول صفحہ ۱۳۰ و صفحہ ۱۳۱ میں احمد بن یوسف قرمانی نے لکھا ہے کہ یزید
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۲۵ھ یا ۲۶ھ میں پیدا ہوا
وہ بدن کا بڑا اور موٹا تھا۔ اس کے جسم پر بال بہت تھے۔ اسکی بیعت اُس روز واقع ہوئی
جبکہ اُس کے والد امیر معاویہ نے اسکو اپنا جانشین بنا کر وفات پائی۔ امام حسین اور
عبداللہ بن زبیر نے مکہ میں لوگوں کو اپنی بیعت پر دعوت دی اور یزید پر شراب نوشی اور
سگ بازی اور دین سے بے اتفاقی کا عیب لگایا۔ اسلئے یزید نے مسلم بن عقبہ مزنی کی سرکردگی
میں ایک لشکر روانہ کیا۔ جس نے حرہ میں پڑاؤ ڈالا اُدھر مدینہ کے لوگ بھی نکلکر جمع ہوئے۔
اور وہاں مسلم بن عقبہ کی فوج اور مدینہ والوں میں جنگ ہوئی مسلم بن عقبہ کے لشکر نے
سات سو انصار و مہاجر کو قتل کیا۔ اور ایک قریشی بھی جو جنگ بدر میں شریک ہوا تھا زندہ
نہ بچا۔ اسکے ماسوا دس ہزار غلام اور عرب اور تابعین قتل ہوئے۔ پھر مدینہ پہنچا اور
تین روز تک غارتگری کرتا رہا۔ اور ایک ہزار کنواری لڑکیوں کی عزت خراب کی۔ اسکے بعد فوج
لیکر مکہ چلا مگر راستہ ہی میں قضا کر گیا تو حصین بن نمیر فوج کا امیر ہوا۔ عبداللہ بن زبیر مکہ میں قلعہ بند
ہوگئے اور حصین بن نمیر نے کعبہ پر توپ داغی۔ اسی حالت میں حصین بن نمیر کو

مرگ یزید کی خبر پہنچی تو عبد اللہ بن زبیر کو چھوڑ کر مع فوج شام واپس ہوا۔

کیا الہراسی لکھتا ہے کہ یزید شیر کا شکاری، نرد کا کھلاڑی اور شراب نوشی کا خوگر تھا۔

یزید کا شعر ہے۔

اَقُوْلُ لِصَحْبٍ ضَمَّتِ الْکَاسُ شَمْلَهُمْ ۔۔۔ وَدَاعِیْ صَبَابَاتِ الْهَوٰی یَتَرَنَّمُ

خُذُوْا بِنَصِیْبٍ مِّنْ نَعِیْمٍ وَلَذَّةٍ ۔۔۔ فَکُلٌّ وَاِنْ طَالَ الْمَدٰی یَتَصَرَّمُ

ترجمہ:۔ جن دوستوں کو جام شراب نے جمع کر رکھا ہے اُن سے میں کہتا ہوں کہ تم لوگ عیش و لذت کا حصہ لے لو۔ اسلئے کہ ہر شئی فنا ہو جائیگی۔ گو اسکی مدت طویل ہو اور عشق کی گرمیوں کا بلانے والا گا نا گا رہا ہے۔

یزید نے ماہ ربیع الاول ۶۴ھ میں ذات الجنب کی بیماری سے سینتس ۳۷ سال کی عمر پا کر حوران میں قضا کی۔ تین سال نو ماہ تک حکومت کی۔ مرنے پر اسکی لاش شام سے دمشق لائی گئی۔ اور باب الصغیر کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اس وقت اسکی قبر گندگی اور نجاست کی جگہ ہے۔

مورخ ابو الفداء کی تاریخ میں ہے کہ یزید بلند قامت تھا اسکے چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ اسکی داڑھی خوبصورت اور تھوڑی تھی۔ اسکی ماں کا نام میسون بنت بحدل تھا جو بنی کلب سے تھی۔ یزید اپنی ماں کے ساتھ بنی کلب کے صحرا میں رہا اور وہیں زبان بولنا اور شعر کا موزوں کرنا سیکھا۔ یزید اپنی ماں کے ساتھ بنی کلب کے صحرا میں اس لئے بھیجا گیا کہ ایک بار امیر معاویہ نے یزید کی ماں میسون بنت بحدل کو یہ اشعار پڑھتے سنا۔

لَلُبْسُ عَبَاءَةٍ وَتَقَرُّ عَیْنِیْ ۔۔۔ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ لُبْسِ الشُّفُوْفِ

باریک کپڑا پہننے سے بہتر میرے نزدیک یہ ہے کہ میں عبا پہنوں اور خوشی سے میری آنکھ ٹھنڈی رہے۔

وَبَیْتٌ تَخْفِقُ الْاَرْیَاحُ فِیْهِ ۔۔۔ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ قَصْرٍ مُّنِیْفٍ

جس گھر میں ہواؤں کے جھونکے ہوں بلند قلعہ سے کہیں اچھا ہے۔

وَبَکْرٌ یَتْبَعُ الْاَظْعَانَ صَعْبٌ　　اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ بَغْلٍ زَفُوْفٍ

جوان اور مضبوط اونٹ جو سواریوں کے پیچھے چلے تیز رو خچر سے بہتر ہے۔

وَکَلْبٌ یَنْبَحُ الْاَضْیَافَ دُوْنِیْ　　اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ هِرٍّ اَلُوْفٍ

جو کتا میرے آگے مہمانوں پر بھونکے، وہ مجھے بڑی مانوس بلی سے پیارا ہے۔

وَخِرْقٌ مِنْ بَنِیْ عَمِّیْ فَقِیْرٌ　　اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ عِلْجٍ عَنِیْفٍ

میرے محتاج اور سخی چچا زاد بھائی کٹر کافر سے میرے نزدیک زیادہ اچھے ہیں۔

یہ اشعار سنکر امیر معاویہ نے اسکو کہا اے بنت بحدل جب تو نے مجھکو کٹر کافر کہا تو میں راضی ہوا۔ اچھا اب تو اپنے لوگوں میں چلی جا۔ چنانچہ یزید کو لیکر بنی کلب کے صحرا کو روانہ ہو گئی۔

مسعودی نے مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۷۷ طبع بولاق میں لکھا ہے کہ یزید گویا تھا۔ اسکے پاس شکاری جانور کتے بندر اور شیر تھے۔ اور اسکے یہاں شراب نوشی کی مجلس رہتی تھی۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ایک دن یزید شراب پی رہا تھا اور اسکی دہنی جانب ابن زیاد بیٹھا تھا۔ کہ یزید نے شراب پلانے والے کی طرف منہ کر کے کہا۔

اِسْقِنِیْ شَرْبَةً تُرْوِیْ مُشَاشِیْ　　ثُمَّ صِلْ فَاسْقِ مِثْلَهَا ابْنَ زِیَادٍ

ساقی! تو ایک بار مجھکو پلا جس سے میری ہڈیاں سیراب ہوں، اور ویسا ہی ایک بار ابن زیاد کو پلا۔

صَاحِبَ السِّرِّ وَالْاَمَانَةِ عِنْدِیْ　　وَلِتَسْدِیْدِ مَغْنَمِیْ وَجِهَادِیْ

ابن زیاد میرا صاحب راز اور امین ہے۔ اور میری غنیمت اور میرے جہاد کا درست کرنے والا ہے۔

یہ کہکر یزید نے گویوں کو گانے کا حکم دیا ۔ اور گانا گایا گیا ۔

یزید کے رفقار اور کارکنوں میں بھی وہ برائیاں موجود تھیں جو خود یزید کیا کرتا اور اس کے عہد حکومت میں مکہ اور مدینہ میں گانا گانے کا رواج ہوا ۔ آلات لہو استعمال کئے گئے اور لوگوں نے شراب پینا شروع کیا ۔

یزید کے پاس ایک بندر تھا جسکی کنیت ابو قیس تھی ۔ یزید جب اپنے احباب کی مجلس میں بیٹھتا تو اس بندر کو بھی لاتا ۔ اور اسکے بیٹھنے کے لئے تکیہ رکھتا ۔ وہ ایک شریر بندر تھا اسکو زین اور لگام کے ساتھ ایک جنگلی گدھی پر سوار کرتا ۔ جو اس بندر کیلئے سکھا کر تیار کی گئی تھی ۔ اور گھوڑ دوڑ کے دن وہ بندر اس گدھی پر سوار ہوکر دوسرے گھوڑ سواروں کا مقابلہ کرتا ۔ چنانچہ ایک روز تو تمام سواروں سے بازی لے گیا ۔ اور جیت کا بانس پا لیا ۔ اور احاطہ کے اندر اور سواروں سے پہلے داخل ہوگیا ۔ اور ابو قیس سرخ و زرد رنگ کی ریشم کی ایک قبا پہنتا جو طرح طرح کے رنگوں سے منقش و ملمع ہوتی ۔

ابو قیس کے بارے میں شام کے کسی شاعر نے کہا ہے ۔

تَمَسَّكْ اَبَا قَيْسٍ بِفَضْلِ عِنَانِهَا　　فَلَيْسَ عَلَيْهَا اِنْ سَقَطْتَ ضَمَانُ

اے ابو قیس ! اس گدھی کی باگ کا کنارہ مضبوط پکڑ لے ، ورنہ اگر گر جائیگا تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے

اَلَا مَنْ رَاَى الْقِرْدَ الَّذِىْ سَبَقَتْ بِهٖ　　جِيَادَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتَانُ

اس بندر کو کس نے دیکھا جس کو سوار کرکے ایک گدھی امیر المومنین کے تیز رو گھوڑوں پر بڑھ گئی ۔ بڑھ گئی ۔

محمد بن علی بن طباطبا جو ابن طقطقی کے نام سے مشہور ہیں ۔ فخری صفحہ ۱۰۳ میں لکھتے ہیں کہ یزید کو کھیل کھیلنے شراب پینے عورتوں کی صحبت اور شعر گوئی کا بہت شوق تھا ۔ یزید کی زبان بہت فصیح تھی ۔ اور اچھا شعر کہتا تھا ۔ لوگ کہتے تھے کہ شعر گوئی کی ابتدا بھی ایک بادشاہ ہی سے

---

۵ ابن عساکر نے زیاد بن عبید اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ابو قیس یزید کے بندر کی کنیت تھی اور یزید کو شعر کہنے کا شوق ہے ۔

کی اور اس کا خاتمہ بھی ایک بادشاہ ہی پر ہوا۔ اس سے اشارہ امراء القیس اور یزید کی طرف ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اشعار یزید نے کہے ہیں۔

جَاءَتْ بِوَجْهٍ كَأَنَّ الْبَدْرَ بُرْقُعُهُ   نُوْرًا عَلَى مَائِسٍ كَالْغُصْنِ مُعْتَدِلِ

محبوبہ جو آئی تو معلوم ہوا کہ بدر نے گویا اس کے چہرے کو نور کی اوڑھنی اڑھا دی ہے اور وہ اُس شخص کے پاس آئی جو مثل شاخ کے جھوم کر چلنے والا اور رسیدھا ہے۔

إِحْدَى يَدَيْهَا تُعَاطِيْنِيْ مُشَعْشَعَةً   كَخَدِّهَا عَصْفَرَتْهُ صِبْغَةُ الْخَجَلِ

اس نے مجھے اپنا ایک ہاتھ دیا جو اُس کے رخسار کی مانند روشن ہے۔ جس رخسار کو شرمندگی کے رنگ نے زرد کر دیا ہے۔

ثُمَّ اسْتَبَدَّتْ وَقَالَتْ وَهِيَ عَالِمَةٌ   بِمَا تَقُوْلُ وَشَمْسُ الرَّاحِ لَمْ تَفْعَلِ

پھر وہ کھڑی ہوئی اور اپنی بات کو سمجھ کر کہا حالانکہ آفتاب شراب نے کچھ نہ کہا۔

لَا تَرْحَلَنَّ فَمَا أَبْقَيْتَ مِنْ جَلَدِيْ   مَا أَسْتَطِيْعُ بِهِ تَوْدِيْعَ مُرْتَحِلِ

کھڑی ہو کر یہ کہا کہ تو رخصت نہ ہو اس لئے کہ تو نے میری قوت کو سلب کر لیا جس سے میں رخصت کرنے والے کو رخصت کر سکوں۔

وَلَا مِنَ النَّوْمِ مَا أَلْقَى الْخَيَالَ بِهِ   وَلَا مِنَ الدَّمْعِ مَا أَبْكِيْ عَلَى الطَّلَلِ

تو نے نہ تو میری نیند چھوڑائی جس سے میں خواب کی تصویر دیکھوں اور نہ میری آنکھ میں آنسو رہنے دیا جس سے میں ٹیلہ پر گریہ کروں۔

اسکے ایام حکومت کے متعلق زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اسکی حکومت تین سال نو ماہ رہی سال اول میں امام حسینؓ کو شہید کیا۔ دوسرے سال تین دنوں تک مدینہ میں غارتگری کی اور تیسرے سال کعبہ پر جہاد کیا۔

ابن طقطقی نے فخری کے دوسرے مقام صفحہ ۴۹ میں لکھا ہے کہ یزید آپنے شکاری کتوں کو

سونے کے کنگن اور زربفت کپڑے پہناتا تھا اور ہر ایک کتا کی خدمت کے لئے ایک نوکر تھا۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ذکر کیا ہے کہ یزید پر گوشت اور بڑے ڈیل ڈول کا تھا۔ اسکے جسم پر بال بہت تھے۔ وہ خوبصورت بلند قامت اور بڑے سر کا تھا۔ اسکے چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ یزید پیدا بھی نہوا تھا کہ اسکے والد نے اسکی ماں کو طلاق دیدی تھی اور اس کی ماں کا نام میسون بنت بحدل بن انیف الکلبی تھا۔

یزید میں سخاوت، فصاحت، شعر گوئی، دلیری، ملکی امور میں سمجھ، حسن صورت اور حسن معاشرت کی نیک عادتیں تھیں، وہ نفسانی خواہشوں کا دلدادہ تھا۔ اور بعض اوقات نمازیں ترک کر دیتا تھا۔

زہیر بن بکار نے عبد الرحمن بن سعید بن عمرو بن نفیل کی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ کہ انھوں نے یزید کے بارے میں کہا تھا۔

لَسْتَ مِنَّا وَلَيْسَ خَالُكَ مِنَّا　　　　يَا مُضِيعَ الصَّلٰوةِ لِلشَّهَوَاتِ

اے اپنی آوارگیوں کے پیچھے نماز کا ترک کرنیوالا نہ تو ہم سے ہے اور نہ تیرا ماموں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شعر موسیٰ بن یسار کے حق میں کہا گیا ہے اس لئے کہ موسیٰ میں بھی آوارگیاں پائی جاتی تھیں۔

اور یزید بن معاویہ کا سب سے بڑا معیوب فعل یہ تھا کہ وہ ترک نماز کے علاوہ شراب پیتا تھا اور بعض دوسرے برے کام بھی کیا کرتا تھا۔

ابن سعد نے طبقات میں عبد اللہ بن حنظلہ کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ نے جنگ حرہ کی راتوں میں مدینہ والوں سے موت پر بیعت لی۔ اور کہا اے میری قوم تم لوگ اس ایک اللہ سے ڈرو جس کا کوئی شریک نہیں، خدا کی قسم ہم یزید کے مقابلہ میں اس وقت ریسر سکا پر

ہوئے۔ جب ہمیں یہ خوف پیدا ہوا کہ ہم پر آسمان سے پتھر برسایا جائے ایک شخص اپنی ماؤں بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا ہے۔ شراب پیتا ہے اور نماز ادا نہیں کرتا۔ خدا کی قسم اگر ایک آدمی بھی میرا ساتھ نہ دیتا تو میں اللہ کے لئے تنہا اس سے جہاد کرتا۔

ابن قتیبہ نے امامت اور سیاست جلد ا صفحہ ۳۲ میں امیر معاویہ کی وفات کے بیان میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے جب وفات پائی تو عتبہ بن مسعود نے عبداللہ بن عباس سے کہا آپ یزید کی بیعت کرتے ہیں۔ وہ تو شراب پیتا ہے، لونڈیوں کے ساتھ کھیلتا ہے۔ بُرے کاموں میں رہتا ہے۔ عبداللہ بن عباس نے کہا میں نے تم لوگوں سے نہیں کہا؟ کہ بہتیرے شراب خوار یزید کے بعد پیدا ہوں گے۔ یا وہ شراب خواروں سے بھی برا ہے۔

دینوری نے الاخبار الطوال صفحہ ۲۶۱ میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر یزید کو متوالا کہتے تھے۔

چنانچہ یزید نے جب اپنی فوجیں مدینہ بھیجیں تو یہ شعر پڑھا۔

أَبلغ أَبا بكرٍ إذا الأمرُ انبرى　　وسارتِ الخيلُ إلى وادي القرى

أجمعَ سكرانَ منَ الخمرِ ترى

جب جنگ پیش آئے اور فوج وادی قریٰ کو روانہ ہو تو ابوبکر یعنی عبداللہ بن زبیر کو یہ خبر کر دینا کہ شراب کا متوالا تیرے سامنے اس فوج کو جمع کر لایا ہے۔

البدایہ والنہایہ میں ابن کثیر نے روائت کی ہے کہ یزید کو جب معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زبیر نے اپنے خطبہ میں اسکو بندروں کا یزید اور شراب خوار کہا ہے، تو جب اس نے مسلم بن عقبہ کو فوج کا امیر بنایا اور فوج کو دیکھنے کیلئے بلایا تو یہ کہا۔

أبلغ أبا بكرٍ إذا الجيشُ سرى　　وأشرفَ الجيشُ على وادي القرى

اَجْمَعَ سَکْرَانٌ مِنَ الْقَوْمِ تَرٰی   یَا عَجَبًا مِنْ مُلْحِدٍ یَا عَجَبًا

مُخَادِعٍ لِلدِّیْنِ یَقْفُوْ بِالْعَرٰی

جب فوج روانہ ہوا اور وادی القریٰ میں پہنچے تو ابو بکر کو یہ سنا دینا کہ تعجب ہے کہ ایک بے دین گمراہ دین کا کنارا پکڑنے والے شراب خوار نے تیرے سامنے اتنے لوگوں کو جمع کرلایا ہے۔

اَبْلِغْ اَبَابَکْرٍ اِذَا الْاَمْرُ انْبَرٰی   وَاَخَذَ الْجَیْشُ عَلٰی وَادِی الْقُرٰی

عِشْرُوْنَ اَلْفًا بَیْنَ کَھْلٍ وَفَتًی   اَجْمَعَ سَکْرَانٌ مِنَ الْقَوْمِ تَرٰی

جب جنگ پیش آئے اور فوج وادی القریٰ کو پہنچے تو ابو بکر کو کہہ دینا کہ مست شراب نے تیرے سامنے اس فوج کو جمع کیا ہے۔ جو مع جوانوں اور میانہ عمر والوں کے بیس ہزار ہے۔

مسعودی نے مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۷۵ میں لکھا ہے کہ اس کلام سے یزید کا مقصد عبد اللہ بن زبیر ہیں اس لئے کہ عبد اللہ بن زبیر کی کنیت ابو بکر تھی اور وہ یزید کو نشہ باز اور بڑا شرابی کہتے تھے۔

اسکے بعد مسعودی نے صفحہ ۷۵ میں لکھا ہے کہ یزید اور اسکے کارکنوں کے جور و ستم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ کے شہید کرنے اور شراب پینے کے سبب اسکی بے دینی و بدکاری سے عام لوگ واقف ہو چکے تھے۔ اس کے طرز و اطوار فرعون کے جیسے تھے بلکہ فرعون اپنی رعایا کے حق میں یزید سے عادل تھا۔

ابن جریر طبری نے تاریخ الامم والملوک جلد ۷ صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے کہ ۱۵ ربیع الاول روز پنجشنبہ ۶۴ھ میں یزید نے قضا کی۔

محمد بن نظام الدین انصاری نے فواتح الرحموت میں اور شارح محب اللہ ابن عبد الشکور نے اسکی شرح میں ذکر کیا ہے کہ گویہ یقین ہے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے۔ لیکن بنی امیہ کے

کے زمانہ میں بہت زیادہ لوگ امیر معاویہ کی امامت پر متفق تھے۔ اسی طرح یزید بن معاویہ
کی امامت پر کثیر التعداد لوگوں کا اتفاق تھا اگرچہ وہ بہت بڑا بدکار اور امامت کا عہدہ
پانے سے کوسوں دور تھا بلکہ اس کا ایمان ہی مشکوک تھا اللہ تعالیٰ اسکو رسوا کرے اور طرح
طرح کی جو مذموم حرکتیں اس نے کیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ اور انہی دونوں کی طرح اور
ظالموں و بدکاروں کی امامت پر بھی اتفاق ہوا۔

اور ہم لوگ یزید کے ایمان میں تو شک نہیں کرتے البتہ محب اللہ صاحب سے اس امر میں
موافقت رکھتے ہیں کہ یزید ظلم و بدکاری کے سبب امامت کے لائق نہ تھا۔

یزید کا فضل و شرف صرف یہ ہے کہ قسطنطنیہ کی ہر دو جنگ میں وہ فوج کا امیر تھا۔
اور اسی نے قسطنطنیہ پر لشکر کشی کی تھی اگو بعض تذکرہ نویسوں نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔
جیسا کہ جلد اول میں اس کا ذکر گذر چکا ہے۔ لیکن یزید نے اپنے والد کی زبردستی سے غزوہ کیا تھا۔
ابن اثیر نے کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۷ میں غزوہ قسطنطنیہ کے بیان میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے
سفیان بن عوف کی قیادت میں ایک لشکر بلاد روم کی طرف روانہ کیا اور اسکے ساتھ یزید
کو بھی غزوہ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اسکی ہمت نہ پڑی اور بیمار ہو گیا۔ اس لئے امیر معاویہ
نے اسکو روک لیا۔ مگر فوج جب اس جنگ میں بھوک کی آفت اور سخت بیماری میں مبتلا ہوئی تو
یزید نے یہ دو شعر کہے۔

مَا اِنْ اُبَالِیْ بِمَا لَاقَتْ جُمُوْعُهُمْ ... بِالْفَرْقَدُوْنَةِ مِنْ حُمّٰی وَّمِنْ مُوْمِ
اِذَا اتَّكَاْتُ عَلَى الْاَنْمَاطِ مُرْتَفِقًا ... بِدَيْرِ مُرَّانَ عِنْدِیْ اُمُّ كُلْثُوْمِ

جب میں دیر مران میں ام کلثوم کے نزدیک بیٹھا ہوا بچھونوں پر آرام کر رہا ہوں۔ تو بخار اور ذات الجنب
کی بیماری کی مجھے کیا پرواہ ہوگی۔ جو مقام فرقدونہ میں لوگوں کو آپہنچی ہے۔
ام کلثوم یزید کی بیوی کا نام ہے۔) یہ شعر امیر معاویہ نے سنا تو ان کے نزدیک اس نے قسم کھائی

کہا کہ زمین روم میں سفیان بن عوف کے پاس جانے کو تیار رہوں تاکہ لوگوں کی مصیبت میں شریک ہوسکوں۔ چنانچہ جب وہاں سے چلا تو امیر معاویہ نے ایک بڑی جماعت اسکے ساتھ کردی اس واقعہ کو اسی طرح ابن خلدون نے کتاب العبر ج ۳ ص ۱۰ ط بولاق میں لکھا ہے۔ اور ابن خلدون اور ابن اثیر میں سے کسی نے یہہ نہیں لکھا کہ قسطنطنیہ کی دو جنگوں میں سے یہ کونسی جنگ تھی۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی جنگ ہے۔

سامی بک نے قاموس الاعلام میں غلطی کی ہے کیونکہ قسطنطنیہ کی تاریخ میں انھوں نے لکھا ہے کہ یزید نے اپنے زمانہ میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا اور اس سے پہلے یہ ذکر کرچکے ہیں کہ ۴۸ھ میں جبکہ امیر معاویہ کا زمانہ تھا مسلمانوں نے سفیان بن عوف کی سرکردگی میں مع بحر و بر قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا اور صحیح یہ ہے کہ قسطنطنیہ کا غزوہ امیر معاویہ کے زمانہ میں دو بار ہوا۔ جیسا کہ جلد اول میں ذکر کیا جاچکا ہے۔

یزید کے متعلق جو غلط خبریں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابن اثیر نے کامل ج ۴ ص ۴۴ میں عمر بن سبینہ کی ایک روایت لکھی ہے کہ یزید اپنے والد کی زندگی میں حج کرنے گیا۔ اور جب مدینہ پہنچا تو شراب پینے کو بیٹھا اتفاق سے عبداللہ بن عباس اور امام حسین علیہما السلام آگئے اور آنے کی اجازت طلب کی تو اسکے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا اگر ابن عباس کو شراب کی مہک لگیگی تو وہ سمجھ جائیں گے اس لیے ان کو منع کردیا — اور امام حسین کو اجازت دی۔ چنانچہ امام حسین جب آئے اور انھوں نے خوشبو ملی ہوئی شراب کی بو محسوس کی تو دریافت کیا تمہارے یہاں یہ کیا خوشبو ہے، یزید نے کہا کہ یہ ایک خوشبو ہے جو شام میں تیار کیجاتی ہے اسکے بعد اس نے ایک پیالہ مانگ کر پیا پھر دوسرا پیالہ مانگا اور کہا ابو عبداللہ[ہ] کو پلاؤ۔ لیکن انھوں نے پینے سے انکار کیا تو یزید نے کہا۔

ہ یعنی امام حسین علیہ السلام ۱۲

أَلَا يَا صَاحِ لِلْعَجَبِ۔ دَعَوْتُكَ ذَا فَلَمْ تُجِبِ
إِلَى الْفَتَيَاتِ وَالشَّهَوَاتِ وَالصَّهْبَاءِ وَالطَّرَبِ
وَبَاطِيَةٍ مُكَلَّلَةٍ عَلَيْهَا سَادَةُ الْعَرَبِ
وَفِيهِنَّ الَّتِي تَبَلَتْ۔ فُؤَادَكَ ثُمَّ لَمْ تَتُبِ

دوست! میں نے تجھکو جوان عورتوں، مرغوب چیزوں، شراب گانا اور شراب سے لبریز شیشہ کے پیالہ کی طرف جس پر سادات عرب کو تاج پہنایا گیا ہے دعوت دی مگر تو نے میری دعوت قبول نہ کی۔

وَفِيهِنَّ الَّتِي تَبَلَتْ فُؤَادَكَ ثُمَّ لَمْ تَتُبِ

حالانکہ ان سب میں وہ چیزیں ہیں جنھوں نے تیرے دل کو بیقرار کر دیا پھر بھی تو رجوع نہوا۔ اسکے بعد امام حسینؓ اُٹھے اور کہا اے ابن معاویہ ان چیزوں نے تو تیرے دل کو بیقرار کر ڈالا۔ یہ خیال ابن سبینہ کا ہے لیکن یہ واقعہ قطعاً صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ گو یزید اللہ کے لیے نہیں بلکہ والد کے حکم سے حج کرنے گیا تھا لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یزید نے کس طرح حج کیا اور مدینہ میں شراب کی مجلس قائم کی۔ اور دو میں سے ایک کو ملنے کی اجازت دی اور دوسرے کو نہ دی۔ اسکے علاوہ شراب کی مہک شراب کے برتن کی صورت اور مجلس شراب کی ہیئت یہ سب ایسی مشہور چیزیں ہیں جن سے حضرت امام حسینؓ اور عبداللہ بن عباس وغیرہ سبھی واقف تھے۔ اور انھیں یہ معلوم تھا کہ خوشبو پی نہیں جاتی۔ اور اگر ابن سبینہ جیسے لوگوں کے خیال کے مطابق یہ درست بھی ہو کہ امام حسینؓ یزید کے پاس اُسوقت آئے جبکہ وہ شراب پی رہا تھا اور اُنھوں نے شراب اور شراب کی مجلس کو نہ پہچانا۔ تو یہ کسی کے نزدیک صحیح نہیں ہو سکتا کہ امام حسینؓ یزید کے پاس شراب پینے کی حالت میں آئے۔ اور امام حسینؓ نے یزید کو اپنے سامنے جام شراب لیتے اور پیتے دیکھا اور انھیں اسکو ملامت کرنے میں تردد ہوا۔ اور ملامت نہ کی۔ اور یہ بھی ناقابلِ تسلیم ہے کہ انھوں نے اتنا توقف کیا کہ جو شراب وہ خود پی رہا تھا انھیں

بھی دینے کہا اور انھوں نے اسکو منع نہ کیا بلکہ دوستانہ طریقہ پر اس سے گفتگو کی ۔
اور اس مجلس میں عورتوں کا پایا جانا جیسا کہ یزید کے شعر سے ظاہر ہے، اس واقعہ کے قطعی بطلان
کے لئے کافی ہے ۔

امام حسینؑ کا مدینہ سے خروج

ماہ رجب سنہ ۶۰ھ میں جب امیر معاویہ نے وفات پائی تو مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ بن
ابی سفیان تھے، مکہ کے یحییٰ بن حکیم بن صفوان بن امیہ بصرہ کا عبید اللہ بن زیاد اور کوفہ کے نعمان
بن بشیر انصاری ابن جریر طبری اور ابن اثیر کی ایک روایت ہے کہ مکہ کے گورنر عمرو بن سعید
بن عاص تھے ۔ یزید بن معاویہ خلیفہ ہوتے ہی اس خیال میں ہوا کہ جو لوگ امیر معاویہ کی بیعت سے
خوش نہ تھے اُن سے بیعت لے لی جائے ۔ چنانچہ ولید بن عتبہ کو خط میں لکھا کہ معاویہ اللہ کے ایک
بندہ تھے ۔ اللہ نے اُنھیں عزت دی خلیفہ بنایا ۔ دولت و سلطنت بخشی ایک مدت تک زندہ رہے
اور موت سے مرے، اللہ ان پر رحم کرے ۔ اُنھوں نے قابل تعریف زندگی بسر کی ۔ اور نیکی و
پرہیزگاری کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے، تو حسینؓ اور عبداللہ بن
عمرؓ اور عبداللہ بن زبیر[1] کو زبردست طریقہ پر گرفتار کر اور تاوقتیکہ بیعت نہ کرلیں اُن لوگوں کو نہ چھوڑ
امیر معاویہ کی وفات کی اطلاع پانے پر ولید نے مروان بن حکم کو جو ولید سے پہلے مدینہ کا حاکم
تھا بغرض طلب مشورہ بلا بھیجا ۔ مروان نے آکر رائے دی کہ جلد ان لوگوں کو بلا اور کہہ کہ بیعت
کریں ۔ میرا خیال ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ تو آمادہ جنگ نہ ہوں گے ہاں حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اگر
بیعت کریں تو بہتر ہے ورنہ ان لوگوں کی گردن مار ۔ ولید نے عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ ایک
نوجوان غلام کو حسینؓ اور عبداللہ بن زبیر کے بلانے کو بھیجا ۔ مسجد میں ملاقات ہوئی دونوں نے اُسے

---

[1] احمد بن داؤد دینوری نے ان تینوں کے ساتھ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا بھی ذکر کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ عبدالرحمٰن امیر معاویہؓ سے پہلے ہی انتقال پاچکے تھے

واپس کیا۔ پھر امام حسین جانے کو تیار ہوئے تو آپ کے غلاموں کا ایک جتھا بھی ساتھ ہوگیا۔ آپ نے کہا کہ ہتھیار کے ساتھ چلیں اور اس طرح آپ ولید کے گھر تک پہنچے۔ اور اپنے غلاموں کو کہا کہ جب میں اندر جاؤں تو تم لوگ دروازہ پر بیٹھو، اور جب میں پکاروں یا سنو کہ میری آواز بلند ہوئی تو سب کے سب میرے پاس پہنچ جاؤ۔ ورنہ جب تک میں گھر سے نہ نکلوں اپنی جگہ سے نہ ٹلو۔ یہ کہکر امام حسین ولید کے پاس گئے تو دیکھا کہ مروان بیٹھا ہے، آپ بھی بیٹھے ولید نے آپکو پڑھنے کیلئے خط دیا۔ اور معاویہ کے مرگ کی خبر سنائی۔ امام حسینؑ نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ اور امیر معاویہ کیلئے رحمت کی دعا کرنے کے بعد فرمایا نہ میں خفیہ بیعت کر سکتا ہوں اور نہ تو خفیہ بیعت پر راضی ہوسکتا ہے۔ ولید نے کہا ہاں امام حسین نے کہا تب تو مجھ میں اور عام لوگوں میں کوئی فرق نہ رہا۔ جب اور لوگوں کو بیعت کیلئے بلانا تو مجھکو بھی خبر دینا۔ ولید نے کہا بسم اللہ جائیے اور لوگوں کے ساتھ آئیگا۔ جب آپ وہاں سے لوٹ آئے تو مروان نے ولید کو کہا تو نے میری رائے پر عمل نہ کیا خدا کی قسم اب ایسا موقع تجھکو ہاتھ نہ آئیگا تا وقتیکہ ان کے اور تمہارے درمیان خوب جنگ نہ ہو۔ اور بہت لوگ نہ مارے جائیں۔ ولید نے کہا افسوس تو مجھکو امام حسین کے قتل کرنے کی رائے دیتا ہے۔ خدا کی قسم جس آدمی سے قیامت کے روز امام حسین کے خون کی پرسش ہوگی اللہ کے نزدیک اس کا پلہ ہلکا ہوگا۔

امام حسین ولید کے یہاں سے واپس آئے اور اس روز شب میں گھر رہے شنبہ کی شب ۲۷ رجب ۶۰؁ھ تھا۔ اور ولید بن عتبہ نے عبداللہ بن زبیر کو بیعت کیلئے لکھا تو وہ اُسی رات میں مدینہ سے مکہ روانہ ہوگئے۔ صبح کے وقت ولید نے اُن کی تلاش کو کئی آدمی بھیجے۔ اور ہر چند کہ ان لوگوں نے تمام دن اُن کو ڈھونڈا لیکن پتہ نہ پایا۔ آخر جب شنبہ کا دن تمام ہونے لگا تو امام حسین کے یہاں آدمی بھیجا۔ اُنھوں نے جواب دیا آج رات بھر ٹھہرو۔ پھر رات ہی میں آپ اپنے صاحبزادوں بھائیوں بھتیجوں، اور مع تمام اہل بیت کے گھر سے نکل چلے۔ یکشنبہ کی رات ۲۸ رجب ۶۰؁ھ

تھا۔ آپ نے صرف محمد بن حنفیہ کو چھوڑ دیا اور ان کو ہدایت کی کہ اس سے پہلے کہ یزید سے جنگ شروع ہو لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دو۔ اگر لوگ بیعت کریں تو خدا کا شکر کرو۔ اور اگر تمہاری بیعت نہ کریں بلکہ کسی اور کی بیعت کرنے لگیں تو عقل و دین سے کام لو۔

مدینہ کی روانگی سے دو دن قبل ابو سعید مقبری نے امام حسین کو دیکھا کہ آپ مدینہ کی مسجد میں ابن مفرّغ[1] کا یہ کلام پڑھ رہے تھے۔

لَا ذُعِرْتُ السَّوَامَ فِیْ فَلَقِ الصُّبْحِ مُغِیْرًا وَلَا دُعِیْتُ یَزِیْدَا

صبح کی غارتگری کر کے نہ تو میں جانوروں کو خطرہ میں ڈالوں گا اور نہ کوئی مجھے یزید کہیگا۔

یَوْمَ اُعْطِیْ مِنَ الْمَهَانَةِ ضَیْمًا وَالْمَنَایَا یَرْصُدْنَنِیْ اَنْ اَحِیْدَا

جس دن ذلت کیساتھ مجھ پر ظلم کیا جائیگا۔ اور موتیں مجھے دیکھینگی یہ کہ میں ان سے نکل نہ جاؤں۔

ولید نے عبداللہ بن عمر کے پاس بھی آدمی بھیجا تو انھوں نے کہا اور لوگ بیعت کریں گے تو میں بھی بیعت کروں گا۔ اسلئے اُن کو چھوڑ دیا اور اُن سے تو ڈر بھی نہ تھا۔ چنانچہ اسکے بعد عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس نے ولید بن عتبہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اور امام حسین نے تو مکہ کی راہ لی۔ اور بڑا طویل راستہ پکڑا۔ اہل بیت نے کہا عبداللہ بن زبیر کی طرح آپ بھی اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ پکڑتے تو تلاش کرنے والے آپکو نہ پاسکتے لیکن آپ نے انکار کیا۔ اور آپ شب جمعہ ۳ شعبان کو مکہ پہنچے اور حضرت علی کے کنبہ میں اُترے پھر تو مکہ والے اور مکہ سے باہر کے جو لوگ زیارت کی غرض سے آئے ہوئے تھے اور آپ کی تشریف آوری سے پہلے عبداللہ بن زبیر کی خدمت میں رہتے تھے آپ کے آنے پر اُن کو چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور عبداللہ بن زبیر کعبہ کا گوشہ پکڑ کر طواف کرنے لگے۔ اور صبح و شام آ[illegible] ملنے کیلئے

[1] قاموس میں ہے کہ یزید بن ربیعہ بن مفرغ ایک شاعر ہے جس کے دادا کا نام مفرغ اسلئے پڑا کہ مفرغ کا معنی خالی کیا گیا ہے اور اسکے دادا نے ایک بڑا پیالہ دودھ کا پی لینے کی بازی لگائی تھی اور پی کر اس نے پیالہ خالی کر دیا تھا اس لئے اس کو مفرغ کہا گیا ۱۲

آپ کے پاس آتے ۔

احمد بن داؤد دینوری نے لکھا ہے کہ اسکے بعد یزید نے یحیٰی بن حکیم کو معزول کر کے عمرو بن سعید بن عاص بن امیہ کو مکہ کا گورنر بنایا۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ عمرو بن سعید بن عاص رمضان میں مدینہ اور موسم حج کا امیر ہو کر آیا۔ ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ ماہ رمضان سنہ ۶۰ھ میں یزید نے ولید بن عتبہ کو مدینہ سے علیحدہ کر دیا۔ اور اسکی جگہ پر عمرو بن سعید اشدق کو امیر مقرر کیا۔

جب کوفہ والوں کو معلوم ہوا کہ امیر معاویہ نے وفات پائی اور امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور وہ مکہ میں ہیں تو کوفہ کے کل شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر پہ جمع ہوئے، اور امیر معاویہ کی وفات کا ذکر ہوا۔ سلیمان بن صرد خزاعی نے ان کے سامنے ایک تقریر کی اور بیان کیا کہ امام حسین مکہ آچکے ہیں اور تم لوگ ان کے والد کے اور ان کے مددگاروں میں سے ہو، اگر یہ سمجھتے ہو کہ تم ان کے مددگار رہو اور ان کے فریق سے لڑو گے تو خط لکھ کے انہیں بلواؤ۔ اور اگر تم اپنی بزدلی اور کمزوری کے سبب ڈرتے ہو تو انہیں دھوکا نہ دو۔ اس کے جواب میں سب نے کہا، نہیں ہم لوگ ان کے دشمنوں سے لڑیں گے۔ اور ان کے پیچھے اپنی جانیں دیں گے۔ پھر ایک خط لکھا گیا جس کا مضمون یہ تھا۔ ہملوگ بہت بہت اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ اس نے آپ کے اس زبردست اور سرکش دشمن کو ہلاک کیا۔ جس نے اس امت کو ستایا۔ زبردستی حکومت پر قابض ہوا۔ حقوق چھین لیے، مال غنیمت غصب کیا۔ مسلمانوں کی مرضی کے خلاف ان پر حاکم ہوا۔ نیکوں کو قتل و غارت کیا۔ بروں کو چھوڑ رکھا۔ خدا کی دولت کو بڑوں اور دولتمندوں کا حصہ بنا ڈالا۔ قوم ثمود کی طرح اللہ اسکو ہلاک و برباد کرے۔ ہمارا کوئی امیر نہیں ہے۔ آپ آئیں امید ہے کہ آپ کے آنے سے اللہ تعالیٰ ہملوگوں کو راہ حق پر جمع کریگا۔ نعمان بن بشیر دار الامارت میں ہے، ہملوگ جمعہ اور عید کسی بات میں اس کے شریک حال نہیں ہیں، ہملوگوں نے اپنے کو آپ ہی کے آنے پر موقوف کر رکھا ہے۔ آپ تشریف لائیں، ہم لوگ اسکو شام نکال بھگائیں گے۔

پھر یہ خط عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کی معرفت روانہ کیا گیا۔ یہ لوگ تیزی سے چلے اور ۱۰ ماہ رمضان کو مکہ میں امام حسین کے پاس پہنچے۔ ان دونوں کی روانگی کے دو دن بعد قیس بن مسہر صیداوی اور شداد ارجی کے دو بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمن اور عمارہ بن عبداللہ سلولی کو ایک سو باون یا ایک سو چون خطوط دیکر بھیجا گیا۔ پھر ان لوگوں کے رخصت ہونیکے دو دن بعد ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی بھیجے گئے۔ اور خط میں لکھا گیا کہ آپ جلد تشریف لائیں، لوگ آپ کے منتظر ہیں، ان کی رائے میں آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ تشریف لانے میں آپ بہت جلدی کریں۔ اسکے بعد شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث، یزید بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی، اور محمد بن عمیر عطارد تمیمی نے یہ لکھا کہ پودے سبز اور پھل تیار ہو چکے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو تشریف لائیں۔ فوج آپ کی مدد کیلئے جمع ہے۔

ابن جریر طبری نے حصین کی روایت نقل کی ہے کہ کوفیوں نے امام حسین کو لکھا تھا کہ آپکی حمایت میں ایک لاکھ آدمی تیار رہیں۔

یہ کل خط لیجانے والے امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے تمام خطوں کو پڑھا، اور ان خط لیجانے والوں سے زبانی بھی لوگوں کے احوال دریافت کئے۔ پھر آپ نے ان خطوں کے جواب میں ایک خط لکھا اور ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ کے حوالہ کیا جو سب سے آخر میں خط لیکے پہنچے تھے۔ خط کا مضمون یہ تھا۔ جو کچھ آپ لوگوں نے لکھا میں اس سے واقف ہوا۔ میں آپ کے پاس اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ یہ میرے خاندان کے ایک معتمد شخص اور میرے بھائی ہیں۔ میں نے انہیں کہدیا ہے کہ یہ مجھکو تمہارے حالات و واقعات اور رائے سے آگاہ کریں۔ اگر انھوں نے مجھکو لکھا کہ جو کچھ خط لانے والوں نے مجھ سے بیان کیا ہے اور جو کچھ میں نے تمہارے خطوں میں پڑھا ہے، وہ تمہارے شرفا اور صاحب فہم لوگوں کی رائے ہے تو انشاءاللہ تعالیٰ جلد میں پہنچوں گا۔ میری زندگی کی قسم امام وہی ہے

جو قرآن پر عمل کرے، انصاف پسند اور حق شعار ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضی پر اپنے نفس کی مرضی کو موقوف رکھے۔

اور امام حسینؑ نے اپنے برادر چچازاد مسلم بن عقیل کو بلا کر کوفہ جانے کو کہا اور یہ سمجھایا کہ اگر تم کوفہ والوں کو متفق الرائے اور عزم میں مستحکم پاؤ تو جلد مجھکو اس کی اطلاع دو اور عراقیوں کے نام ایک خط لکھکر ان کے حوالہ کیا۔

اسکے بعد مسلم بن عقیل مکہ سے چلے اور مدینہ پہنچکر ٹھہرے، مسجد نبوی میں نماز پڑھی پھر اپنے لوگوں کو خیر باد کہہ کے وہاں سے بھی روانہ ہوئے۔ اور رہنمائی کیلئے دو مزدور ساتھ لے، مگر یہ مزدور انہیں ایک ایسے میدان میں لیگئے جہاں مسافروں کے چلنے کی کوئی راہ نہ تھی۔ اور ان لوگوں کو پیاس معلوم ہوئی اور پانی نہ تھا اسی میں دونوں مزدور راستہ میں گم ہو گئے۔ اور پیاس سے اپنی جان دیدی۔ مگر مسلم بن عقیل اور ان کے نوکر کسی طرح بمشکل بچے اور راستہ پتہ لگا کر کچھ دور راستہ طے کرنے پر پانی ملا۔ مسلم اُسی جگہ ٹھہر گئے اور وہاں سے ایک مزدور کی معرفت امام حسینؑ کو ایک خط بھیجا جس میں اپنے راستہ کی مصیبت اور پریشانی کی خبر دی۔ اور معافی کی درخواست کی اور لکھا کہ کسی اور کو بھیجئے۔ مزدور نے امام حسینؑ کو خط پہنچایا انھوں نے اس خط کو پڑھکر اسکے جواب میں لکھا جس مقصد کیلئے میں نے تم کو بھیجا ہے اس میں تمہاری پست ہمتی مانع ہو رہی ہے، تم میرے حکم کو پورا کرو میں اپنا حکم تم سے اُٹھا نہیں سکتا۔

مسلم بن عقیل کی شہادت

مسلم بن عقیل نے کوفہ پہنچکر جس جگہ اقامت کی پہلے اُس کا نام دار المختار بن ابی عبید تھا اسکے بعد دار المسیب نام پڑا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کسی دوسری جگہ ٹھہرے، پہنچنے کے بعد دیگر شیعوں کی آمد شروع ہوئی، مسلم بن عقیل نے سبھوں کو امام حسینؑ کا مکتوب پڑھکر سنایا۔ اور اکثر

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی، اور بعض روایتوں سے بارہ ہزار کا پتہ چلتا ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ پہلے بارہ ہزار آدمیوں کی بیعت ہوئی۔ پھر یہ تعداد اٹھارہ ہزار تک پہنچی۔ ابن قتیبہ نے تیس ہزار سے بھی زیادہ لکھا ہے۔ اُس وقت کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر تھے، نعمان کو یہ خبر پہنچی تو منبر پر کھڑے ہو کر کہا، اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور فساد و اختلاف کی طرف نہ بڑھو ورنہ بہت لوگ مارے جائیں گے۔ خون خرابہ ہوگا، لوٹ مار ہوگی، اور میں تو صرف اُس شخص سے لڑوں گا، جو مجھ سے لڑے گا، اور صرف اُس آدمی پر حملہ کروں گا جو مجھ پر حملہ کرے گا، پس اگر تم لوگوں نے مجھ سے مقابلہ کیا اور میری بیعت توڑی تو خدا کی قسم جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہیگی تمہیں مارتا رہوں گا۔ نعمان بن بشیر ایک بردبار اور متقی آدمی تھے عبداللہ بن مسلم بن سعید نے کہا جو بنی امیہ کے بہی خواہوں میں سے تھا کہ یہ تو ضعیف رائے ہے۔ نعمان بولا اللہ تعالیٰ کی طاعت میں کمزور ہونا اسکی معصیت میں قوی ہونے سے بہتر ہے۔ پھر عبداللہ بن مسلم نے یزید بن معاویہ کو ایک خط لکھا جس میں مسلم بن عقیل کے کوفہ پہنچنے اور نعمان کی کمزوری کی اطلاع دی۔ اور یہ کہ اگر کوفہ پر قبضہ رکھنے کی حاجت ہے تو کسی قوی آدمی کو بھیجا جائے۔ اور اسی مضمون کا ایک خط عمارہ بن ولید بن عقبہ نے لکھا۔ پھر عمر بن سعد بن ابی وقاص نے خبر دی۔

یہ خبر پا کر یزید نے سرجون سے مشورہ کیا جو امیر معاویہ کا غلام تھا، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سرجون رومی امیر معاویہ کا منشی اور وزیر تھا۔ سرجون نے کہا اگر امیر معاویہ زندہ ہوتے تو کوفہ کیلئے عبیداللہ بن زیاد کے سوا کسی دوسرے کو تجویز نہ کرتے۔ عبیداللہ بن زیاد اُس وقت بصرہ کا گورنر تھا اور یزید اس سے خوش نہ تھا تاہم اس کو ایک فرمان لکھا کہ تجھکو بصرہ اور کوفہ دونوں جگہ کا امیر بنایا گیا اور یہ فرمان اسکے پاس مسلم بن عمرو باہلی کی معرفت بھیجا۔ فرمان کا

مضمون یہ تھا میرے بہیخواہ کوفیوں نے مجھے خبر دی ہے کہ ابن عقیل وہاں اپنی جماعتیں قائم کر رہا ہے تاکہ مسلمانوں کی جماعت میں پھوٹ ڈالے تو میرا خط پاتے ہی کوفہ جا اور خوب تلاش کرکے ابن عقیل کو گرفتار کر پھر اسکو قید میں رکھ یا قتل کر یا نکال بھگا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسی وقت سامان سفر درست کیا جائے کل کوفہ جانا ہوگا۔

امام حسینؑ نے اپنے ایک غلام کی معرفت جس کا نام سلیمان تھا بصرہ والوں کو ایک خط بھیجا جو کوفہ کی روانگی سے پہلے کسی طرح ابن زیاد کے ہاتھ میں پڑا۔ عبید اللہ نے اس غلام کی گردن ماردی اور منبر پر چڑھکر کہا، خدا کی قسم میں اپنے دشمنوں کو پامال کردوں گا۔ حوادث زمانہ مجھکو جھکا نہیں سکتے ہیں اپنے مخالف لوگوں کے حق میں عذاب اور اپنے لڑنے والوں کیلئے زہر ہوں، اے بصرہ والو امیر المومنین نے مجھکو کوفہ کا امیر بنایا ہے۔ میں کل وہاں جاؤنگا میں نے اپنی جگہ پر اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو تمہارا امیر مقرر کیا ہے۔ تم لوگ امیر کی مخالفت اور غلط پروپگنڈا سے پرہیز کرو۔ خدا کی قسم اگر مجھکو تم میں سے کسی آدمی کی مخالفت کی اطلاع ملی تو اُس کو اور اسکے نقیب اور امیر سب کو قتل کر ڈالوں گا۔ اور دور والوں کے بجائے نزدیک والوں کو پکڑوں گا۔ یہ اسلئے کہ تم لوگ میری اطاعت کرو۔ اور کوئی بھی مخالفت نہ کرے میں ابن زیاد ہوں، زیاد ہی کی طرح سخت ہوں۔

اسکے بعد بصرہ کے چند رئیسوں کے شامل کوفہ روانہ ہوا۔ احمد بن داؤد دینوری نے لکھا ہے کہ رؤسا بصرہ میں سے شریک بن اعور اور منذر بن جارود اسکے ساتھ تھے۔ جس وقت ابن زیاد کوفہ میں داخل ہوا اسکے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ ناک اور منہ چھپے ہوئے تھے۔ کوفہ والوں کو یہ معلوم تھا کہ امام حسینؑ آنے والے ہیں اسلئے عبید اللہ کو دیکھکر انھوں نے سمجھا کہ امام حسینؑ ہیں، چنانچہ جس محلہ میں جس قبیلہ کے پاس سے گذرتا لوگ اسکو سلام کرتے۔ دعا دیتے۔ اور کہتے اے رسولِ خدا کے فرزند مرحبا، آپ کا آنا مبارک ہوا لیکن عبید اللہ کچھ

نہ بولتا' اور یہ دیکھکر اُسکو رنج گذرتا کہ لوگ امام حسینؑ کے آنے کی خوشی میں ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے ہیں۔ اور نعمان بن بشیر نے جو یہ سنا کہ لوگ امام حسینؑ کی خبر سنکر گھروں سے نکل چکے ہیں۔ تو قلعہ کا دروازہ بند کرا دیا اور جب عبید اللہ بن زیاد کے ساتھ لوگوں کا ہجوم شور و غل کرتا ہوا قلعہ تک پہنچا تو نعمان نے کہا اے امام حسینؑ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ لوٹ جائیے۔ میں اپنی امانت آپ کو نہیں دے سکتا۔ مجھکو آپ سے لڑنا نہیں ہے۔ عبید اللہ نے کچھ جواب نہ دیا لیکن جب نزدیک آیا اور نعمان اُترے تو عبید اللہ ابن زیاد نے کہا دروازہ کھول کیوں کھولنے لگا۔ تیری رات دراز ہوگئی۔ ابن زیاد کے اس جملہ کو اسکے پیچھے کے ایک آدمی نے سنا اس نے اور لوگوں کو کہا جو امام حسینؑ سمجھکر پیچھے آ رہے تھے کہ یہ امام حسینؑ نہیں' یہ تو ابن مرجانہ ہے۔ پھر نعمان نے قلعہ کا پھاٹک کھولا تو ابن زیاد قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ اور پھاٹک بند کر دیا گیا۔ اسکے بعد لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ صبح کے وقت الصلوٰۃ جامعۃ کی پکار ہوئی تو لوگ جمع ہوئے۔ اور عبید اللہ نے ان کے سامنے ایک تقریر کی کہ امیر المومنین کا خدا بھلا کرے انہوں نے مجھکو تمہاری بستی کا اور تمہاری سرحد اور مال غنیمت کا امیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھکو حکم دیا ہے کہ میں مظلوم کے حق میں انصاف کروں ناداروں پر بخشش کروں' اور تم میں جو مطیع اور فرمانبردار ہوں اُن کے ساتھ نیکی کروں۔ مجھے ان کے حکم کی پیروی کرنی ہے۔ میں نیکوں کیلئے نیک باپ کی طرح ہوں' اور جو کوئی میرے حکم کی خلاف ورزی کرے گا اس کے لئے میری تلوار اور میرا کوڑا ہے۔ آدمی کو اپنے تئیں رحم کرنا چاہیئے میں تمہیں ڈراتا نہیں ہوں تم سچی بات کہہ رہا ہوں۔ اسکے بعد ابن زیاد منبر پر سے اُترا اور نعمان بن بشیر اپنے وطن شام چلے گئے۔

اور ابن زیاد نے نقیبوں کو اور عوام کو سختی کے ساتھ پکڑا اور کہا مجھے بتاؤ کہ تم میں کون لوگ باہر سے آئے ہوئے ہیں۔ اور کون لوگ امیر المومنین کے طلبگار ہیں۔ اور کون لوگ منافق و بے دین ہیں جن کا کام یہ ہے کہ امیر المومنین کے ساتھ مخالفت اور منافقت رکھیں۔

جس نے بتایا وہ بری الذمہ ہوا۔ اور جس نے نہ بتایا اسکو ضامن ہونا چاہیے کہ اسکی نگرانی میں کوئی ہمارا مخالف نہ ہوگا۔ اور نہ کوئی بغاوت کرے گا۔ اور اگر ضامن نہ ہوا تو میں اُس کا ذمہ دار نہیں۔ اس کا خون اور مال ہمارے لئے حلال ہے۔ اور جس نقیب کی نگرانی میں امیر المومنین کا کوئی باغی پایا گیا اور اس نے مجھکو اس سے آگاہ نہ کیا تو اُسکو اسکے مکان کے دروازہ پر سولی دیجائیگی۔ اور نقیب کا وظیفہ بند کر دیا جائے گا۔

عبید اللہ بن زیاد نے کوفہ پہنچکر جو کچھ لوگوں کو سمجھایا اور نقیبوں اور عام پبلک سے جو کچھ عہد لیا اسکی خبر مسلم بن عقیل کو ہوئی تو جس مکان میں وہ تھے بعد عشا وہاں سے نکلے اور ہانی بن عروہ مرادی کے گھر پر آئے جو کوفہ کے ایک رئیس تھے۔ دروازہ پر پہنچکر آدمی سے کہلایا کہ میں آپ کے یہاں آنا چاہتا ہوں، آپ مجھے مہمان رکھیے۔ اور پناہ دیجیے۔ ہانی بن عروہ نے کہا آپ نے میرے حق میں اچھا نہیں کیا۔ اگر آپ کا مجھ پر اعتماد نہ ہوتا اور آپ میرے گھر میں داخل ہوئے ہوتے تو میری خواہش تھی کہ آپ لوٹ جاتے۔ لیکن تشریف لانے کے بعد آپ کا احترام مجھ پر ضروری ہوگیا۔ آپ تشریف لائیں چنانچہ آپ مکان کے اندر داخل ہوئے۔

اور عبید اللہ سے چپکے ہانی کے گھر میں شیعوں کی آمد و رفت ہونے لگی۔ اور سب نے ملکر باہم مشورہ کیا کہ اس راز کو کسی پر ظاہر نہ کیا جائے۔ اور شریک بن اعور جو شیعوں میں ایک بڑے آدمی تھے ہانی کے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔

جب مسلم بن عقیل منتقل ہوکر ہانی بن عروہ کے گھر آئے اور اٹھارہ ہزار آدمیوں سے بیعت لی تو عابس بن ابی شبیب شاکری کی معرفت امام حسین کو ایک خط بھیجا جس میں بیعت کا حال اور لوگوں کے اتفاق و انتظار کی کیفیت لکھی اور خط کا مضمون یہ تھا۔ بشیر واپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔ مجھ سے اٹھارہ ہزار کوفیوں نے بیعت کی ہے۔ میرا خط دیکھتے ہی آپ جلد تشریف لائیں۔ سب لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ اور یزید بن معاویہ کے

متعلق اُن کا کوئی خیال نہیں ہے۔

مسلم بن عقیل کا پتہ لگانے کے لئے ابن زیاد نے اپنے ایک غلام کو جس کا نام معقل تمیمی تھا تین ہزار درہم دیئے اور اسکو سکھا دیا کہ مسلم بن عقیل کو دریافت کرے اور کہے کہ میں حمص کا رہنے والا ہوں یہ تین ہزار درہم ہیں جو مسلم بن عقیل کو دینے آیا ہوں اور جب ملاقات ہو جائے تو یہ درہم اسکے حوالہ کر دے۔ چنانچہ اسی طریقہ پر تلاش کرنے سے اس کو پتہ لگا کہ مسجد اعظم میں ایک کوفی شیخ مسلم بن عوسجہ اسدی امام حسینؑ کی طرف سے لوگوں سے بعیت لیتے ہیں۔ وہاں پہنچا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا میں شام کا رہنے والا ہوں مجھکو اہل بیت سے محبت ہے۔ اور رو کر کہا کہ مجھے مسلم بن عقیل کو بتا دیجئے۔ میں ان سے بعیت کروں گا۔ ابن عوسجہ نے کہا تجھے دیکھکر مجھے خوشی بھی ہوئی اور غم بھی۔ خوشی کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھکو اہل بیت کی محبت میں ان کے پاس آنے کی ہدائت دی۔ اور غم یہ ہے کہ اس امر کے استحکام سے قبل لوگوں نے تجھے جان لیا۔ پھر معقل تمیمی نے کہا تب مجھ سے بعیت لے لی جائے۔ چنانچہ ابن عوسجہ نے بعیت لی۔ اور خیر خواہی و وفاداری کے پختہ وعدے کرائے۔ پھر لوگوں کے ساتھ ہو کر ملنے کی اجازت چاہی۔ اجازت ملی۔ تو مسلم بن عقیل سے ملاقات کی انھوں نے اسکی بعیت لی۔ اور ثمامہ صاعدی کو مال لینے کا حکم دیا۔ ابو ثمامہ صاعدی وہ شخص ہے جو مال اور جو کچھ لوگوں کے یہاں سے بطور امداد ملتا وصول کر کے رکھتا اور اُس سے جنگ کا ہتھیار خریدتا

ابو ثمامہ ایک واقف کار آدمی تھا اور عرب کے سواروں اور شیعہ کے رئیسوں میں سے تھا۔ اور معقل تمیمی لوگوں کے ساتھ ان کے پاس اس طرح آتا جاتا کہ سب سے پہلے آتا اور سب سے آخر میں نکلتا اور ابن زیاد کو اس سے مطلع کرتا۔

ہانی بن عروہ ایک امیر کبیر آدمی تھے، انھیں عبید اللہ ابن زیاد سے ڈر یہ تھا کہ عبید اللہ جس روز سے آیا تھا یہ بیماری کا بہانہ کر کے اسکو سلام کرنے کیلئے اسکے یہاں نہ گئے تھے ابن اثیر کی

روائت ہے کہ ہانی بیمار تھے، چنانچہ عبید اللہ بن زیاد ان کی عیادت کو آیا تو عمارہ بن سلولی نے ہانی کو کہا' اللہ تعالیٰ نے تجھکو اس نفس سرکش کے قتل کرنے کا اچھا موقع دیا ہے تو اسے قتل کر دے ہانی نے کہا میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے گھر میں قتل کیا جائے۔ پھر جمعہ کے بعد شریک بن اعور ہانی کے گھر میں بیمار ہوئے ۔ اور ابن زیاد اور دوسرے امیروں کی نگاہ میں ایک معزز شخص تھے۔ عبید اللہ بن زیاد نے انہیں کہلا بھیجا کہ میں شام کے وقت تمہاری عیادت کو آؤں گا۔ شریک بن اعور نے مسلم بن عقیل کو کہا کہ بدکار شام کے وقت میری عیادت کو آئے گا۔ جس وقت وہ آ کر بیٹھے آپ نکل کر اُسے قتل کر دیں۔ پھر اطمینان کے ساتھ قلعہ میں بیٹھیں۔ جب شام ہوئی عبید اللہ بن زیاد آیا اور دیر تک بیٹھا رہا۔ مگر مسلم بن عقیل نے اسے قتل نہ کیا۔ شریک بن اعور نے سبب دریافت کیا' کہا دو سبب سے قتل نہ کیا ایک یہ کہ ہانی کے گھر میں قتل کرنا پسند نہ تھا' دوسرا سبب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایمان اچانک قتل کرنے کو مانع ہے۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو اچانک قتل نہ کرے۔ اس کے بعد شریک تین دن تک زندہ رہکر قضا کر گئے۔

ابو الفرج اصبہانی نے لکھا ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد ہانی کے گھر میں شریک بن اعور کی عیادت کو آ کے بیٹھا اور شریک سے مرض کی حالت دریافت کی تو وہ یہ شعر پڑھنے لگے

مَا الْاِنْتِظَارُ بِسَلْمٰی اَنْ تُحَیُّوْھَا   حَیُّوْا سُلَیْمٰی وَحَیُّوْا مَنْ یُّحَیِّیْھَا

سلمی کو خیر باد کرنے کا کیا انتظار ہے۔ تم چھوٹی سلمی کو خیر باد کرو اور اسکو جو چھوٹی سلمی کو خیر باد کرے۔

کَاسَ الْمَنِیَّةِ بِالتَّعْجِیْلِ فَاسْقُوْھَا

جلدی سے اسکو موت کا پیالہ پلادو۔

ترجمہ۔ تم سلمی کو جلد موت کا پیالہ پلاؤ۔

شریک نے دو یا تین بار یہ شعر پڑھا تھا کہ عبید اللہ بن زیاد نے مطلب نہ سمجھکر پوچھا کیا اسکو ہذیانی

کیفیت ہے۔ ہانی نے کہا خدا تیرا بھلا کرے قبل غروب آفتاب سے اُس وقت تک اُس کا یہی حال ہے۔ پھر جب عبید اللہ واپس چلا گیا تو مسلم بن عقیل نکلے، شریک نے دریافت کیا۔ کیوں آپ نے اسکو قتل نہ کیا۔ کہا دو سبب ہے۔ ایک سبب یہ کہ ہانی کو یہ پسند نہ تھا کہ انکے گھر میں قتل کیا جائے۔ دوسرا سبب حدیث نبوی ہے کہ ایمان غفلت میں قتل کرنے سے مانع ہے۔ کوئی مسلمان کسی کو غفلت میں قتل نہ کرے۔ شریک نے کہا اگر آپ اسکو قتل کرتے تو ایک بدکار یہود کافر نافرمان قتل ہوتا۔

احمد بن داؤد دینوری نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور کہا ہے کہ شریک بن اعور نے جب دیکھا کہ مسلم کے نکلنے میں دیر ہو رہی ہے تو یہ شعر پڑھکر مسلم کو سنانے لگے۔

مَا تَنْتَظِرُوْنَ بِسَلْمٰی عِنْدَ فُرْصَتِہَا فَقَدْ وَفٰی وُدُّہَا وَاسْتَوْثَقَ الصَّرَمُ

تم ایسے مناسب وقت میں سلمیٰ کی [illegible] کیا ہو؟ اسکی محبت ختم اور جدائی مستحکم ہوگئی۔

اور ابن کثیر کی روایت یہ ہے کہ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے یہاں سے شریک بن اعور کے گھر منتقل ہوگئے۔ شریک بن اعور ایک امیر کبیر آدمی تھے، بیمار ہوئے تو اُن کو خبر ملی کہ عبید اللہ عیادت کو آنا چاہتا ہے۔ انھوں نے ہانی کو خبر دی کہ مسلم بن عقیل کو میرے گھر بھیجو تاکہ عبید اللہ بن زیاد جب میری عیادت کو آئے تو وہ اُسے قتل کردیں۔ ہانی نے مسلم بن عقیل کو شریک بن اعور کے یہاں بھیجا۔ شریک نے ان سے کہا کہ آپ سائبان میں رہیں۔ جب عبید اللہ آکر شریک بن اعور کے بستر پر بیٹھا تو اسکے نزدیک ہی ہانی بن عروہ تھے، اور آگے غلام کھڑا تھا جس کا نام مہران تھا۔ تھوڑی دیر تک عبید اللہ بن زیاد سے گفتگو ہوئی۔ پھر شریک نے کہا مجھے پانی پلاؤ۔ لیکن مسلم بن عقیل نے اسکے قتل کرنے میں تاخیر کی۔ اتنے میں ایک لونڈی پیالہ میں پانی لیکر نکلی تو اس نے دیکھا کہ سائبان میں مسلم بن عقیل بیٹھے ہیں۔ لونڈی شرم سے واپس ہوگئی۔ شریک بن اعور نے متواتر تین بار پانی مانگا۔ پھر کہا مجھے پانی پلاؤ۔ گو اس سے میں

اپنی جان ہی کیوں نہ دیدوں، کیا پانی سے مجھکو بیمار ڈالو گے۔ مہران سمجھ گیا کہ غدر کرنیکا خیال ہے، اس نے اپنے امیر کو چلنے کا اشارہ کیا چنانچہ عبید اللہ بن زیاد تیزی سے اٹھکر چلا۔ شریک ابن اعور نے کہا، امیر! میں آپ کو کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں عبید اللہ بن زیاد نے کہا میں پھر آؤں گا۔ عبید اللہ بن زیاد جب گھر سے باہر ہوا اور کچھ دور گیا تو غلام نے کہا لوگوں نے آپکو قتل کرنا چاہا تھا عبید اللہ بن زیاد بولا، افسوس! خدا کی قسم میں تو ان پر مہربان ہوں، اور ان کا یہ حال ہے۔ عبید اللہ بن زیاد کے جانے پر شریک بن اعور نے مسلم بن عقیل سے پوچھا آپ نے کیوں اس کو قتل نہ کیا مسلم بن عقیل نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایمان غفلت میں قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا یعنی کوئی مسلمان کسی کو اچانک قتل نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ میں نے آپ کے گھر میں قتل کرنا پسند نہ کیا۔ شریک بن اعور نے کہا اگر آپ اسکو قتل کر ڈالتے تو قلعہ پر قابض ہو جاتے جس میں دوسرا کوئی داخل نہ ہوتا اور اسی سے بصرہ کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا۔ اور آپ کے ہاتھ سے ایک ظالم و بدکار آدمی قتل کیا جاتا پھر تین دن کے بعد شریک بن اعور نے قضا کی۔

اور عبید اللہ بن زیاد نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ہانی بن عروہ کو نہیں دیکھتا ہوں ساتھیوں نے کہا بیمار رہے۔ عبید اللہ بن زیاد بولا اگر میں جانتا کہ بیمار ہے تو اسکی عیادت کو جاتا پھر محمد بن اشعث اسماء بن خارجہ اور عمرو بن حجاج زبیدی کو بلا کے پوچھا ہانی بن عروہ کیوں نہیں آیا۔ ان لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے، کسی نے کہا کئی دن سے بیمار ہے، عبید اللہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ اچھا ہو گیا ہے۔ اور اپنے دروازہ پر نکل کر بیٹھتا ہے تم لوگ جا کر اسے کہدو کہ ہمارا حق کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ میں یہ نہیں پسند کرتا کہ اسکے جیسا عرب کا ایک شریف آدمی میرے نزدیک فساد برپا کرے، چنانچہ شام کے وقت جبکہ وہ اپنے دروازہ پر بیٹھا تھا یہ لوگ اسکے پاس آئے۔ اور کہا کہ امیر نے تمہیں یاد کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر امیر کو تمہاری بیماری کی خبر ہوتی تو وہ خود تیری عیادت کو آتا۔ لیکن معلوم ہوا ہے کہ روزانہ شام کے وقت تو اپنے دروازہ پر نکل کر

بیٹھتا ہے اور امیر سے اب تک نہ ملا۔ اور ان لوگوں نے قسم کھا کے کہا کہ چلکر اپنے دل کی کدورت
صاف کر لو۔ ان لوگوں کے کہنے سے ہانی اپنے مادہ خچر پر سوار ہو کر ان لوگوں کے ساتھ روانہ ہوئے جب
یہ لوگ عبید اللہ ابن زیاد کے قریب پہنچے اور اس نے دیکھا کہ ہانی بھی ساتھ ہیں تو بولا نادان کو اس کے
دونوں پیر کھینچ لائے۔ ابن زیاد کے پاس قاضی شریح بھی بیٹھے تھے۔ جب ہانی اس کے نزدیک آئے
تو ابن زیاد نے قاضی شریح کی طرف رخ کر کے کہا۔

أُرِيدُ حِبَاءَهُ وَيُرِيدُ قَتْلِي عَذِيرَكَ مِنْ خَلِيلِكَ مِنْ مُرَادِ

ہیں تو اس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہوں اور وہ میرے قتل کا خواہاں ہے۔ کون ہے جو
تجھے معذور قرار دے اور تیرے مرادی دوست کو ملامت کرے۔

اور پہلی بار عبید اللہ بن زیاد نے کہا ہاں وہ کیا واقعات ہیں جو امیر المومنین اور تمام لوگوں سے
متعلق تیرے گھر میں ہوتے ہیں تو نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں رکھا ہے اور ان کے لئے اپنے اردگرد
کے گھروں میں ہتھیار اور آدمی جمع کئے ہیں۔ تو نے سمجھا تھا کہ مجھے اسکی خبر نہ ہوگی۔ ہانی نے کہا میں
نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ اور نہ مسلم بن عقیل میرے یہاں ہیں۔ عبید اللہ نے کہا بے شک تو نے ایسا
کیا ہے۔ اس طرح جب دونوں میں نزاع بڑھی تو ابن زیاد نے معقل تمیمی کو بلایا جو اس کا جاسوس تھا۔
اور اس سے پوچھا گیا تو یہ واقعہ جانتا ہے۔ بولا جانتا ہوں۔ اس وقت ہانی کو معلوم ہوا کہ وہ
جاسوس تھا اور اسی نے ساری باتیں کہیں ہیں، پھر تو ہانی کو ندامت ہوئی مگر کیا کرتے۔ انہوں
نے پھر وہی اپنی پہلی بات دہرائی اور کہا مجھ سے سن اور میری بات کا یقین کر، خدا کی قسم میں نے
ان کو اپنے گھر نہیں بلایا بلکہ وہ خود ہی میرے یہاں آئے اور مجھ سے ٹھہرنے کی اجازت چاہی
ایسی حالت میں انہیں واپس کرنا میرے لئے شرم کی بات تھی۔ عبید اللہ بن زیاد نے کہا اچھا
انہیں تو میرے پاس حاضر کر۔ ہانی نے کہا یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں تیرے پاس اپنے مہمان
کو پکڑ لاؤں، تاکہ تو انہیں قتل کرے۔ خدا کی قسم اگر وہ میرے پیروں کے نیچے ہوتے تو میں ان تک

سے اپنا قدم نہ اٹھاتا۔ عبیداللہ بن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کو میرے نزدیک لاؤ۔ نزدیک کیے گئے تو اپنی چھڑی سے ان کے رخسار، ناک اور منہ پر اتنی مار ماری کہ ناک ٹوٹ گئی خون سے سارا کپڑا شرابور ہوگیا۔ دونوں رخسارے اور پیشانی کے گوشت کٹ کٹ کر داڑھی پر آگئے۔ ہانی بھی ایک سپاہی کی تلوار کی طرف لپکے کہ چھین کر چلائیں مگر قابو نہ پاسکے اور روک دئے گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے کہا اللہ نے تیرا خون مجھ پر حلال کر دیا۔ اسکے بعد حکم دیا کہ اسکو قلعہ کے کنارے کسی کمرہ میں بند کیا جائے۔ اسمار بن خارجہ نے اٹھکر کہا کیا آج شام کے وقت ہملوگوں کو غدر و بیوفائی کرنے کیلئے بھیجا گیا تھا تونے ہملوگوں کو انھیں بلالانے کو کہا۔ اور جب بلا کے لائے تو ان کے منہ اور ناک کو زخمی کرڈالا۔ اسمار کا یہ کہنا تھا کہ اسے بھی مکا مارا گیا۔ اور زور سے دھکا دیا گیا۔ پھر محمد بن اشعث نے کہا ہملوگ اپنے امیر کی رائے کو پسند کرتے ہیں سخت ہو یا نرم امیر ہمارا استاذ ہے۔ جب عمرو بن حجاج کو خبر پہنچی کہ ہانی قتل ہوگئے تو وہ قبیلہ مذحج کے ساتھ آیا۔ اور قلعہ کو گھیر لیا اور آواز دی کہ میں عمرو بن حجاج ہوں اور یہ لوگ مذحج کے سوار اور شریف لوگ ہیں۔ ہملوگ امیر کی اطاعت اور مسلمانوں کی جماعت سے باہر نہیں ہیں۔ ہمنے سنا ہے کہ ہمارے ایک رئیس ہانی بن عروہ قتل کردئے گئے ہیں اسلئے ہملوگوں کو پریشانی ہے۔ اور اسی لئے ہم آئے ہیں۔ قاضی شریح وہاں موجود تھے۔ عبیداللہ بن زیاد نے ان سے کہا کہ دیکھکر ان لوگوں کو کہدیں کہ زندہ ہے۔ شریح نے جاکے دیکھا تو ہانی بن عروہ کی ان پر نظر پڑی اور شور و غوغا سنکر بولے میرے خیال میں یہ آواز مذحج کی ہے۔ کیا میرا قبیلہ ہلاک ہوگیا۔ اور ہانی کی داڑھی پر سے خون رواں تھا۔ اس کے بعد شریح ابن زیاد کے ایک آدمی کے ساتھ مذحج کے پاس گئے اور کہا امیر نے مجھکو حکم دیا کہ میں ہانی کو جاکر دیکھوں، چنانچہ میں نے انھیں جاکے دیکھا اور ان کے حکم سے میں آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں تاکہ خبر کروں کہ وہ زندہ ہیں اور ان کے قتل ہونے کی خبر غلط ہے۔ اور انہیں صرف حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے قید کیا گیا ہے۔ عمرو بن حجاج اور

اُن کے ساتھیوں نے یہ سنکر کہ قتل نہیں ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور واپس ہو گئے۔ اور عبید اللہ بن زیاد نے چونکہ ہانی کو مارا اور قید کیا تھا اسلیئے اسکو خوف ہوا کہ لوگ اس پر حملہ آور ہوں۔ اس لئے وہ رئیسوں، سپاہیوں اور نوکروں کے ساتھ نکلا اور منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کی۔ کہ لوگو! تم اللہ اور اپنے اماموں کی اطاعت کا خوب خیال رکھو۔ اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاؤ۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے ذلیل ہو گے، اور قتل کیے جاؤ گے، تمہارا دوست وہی ہے جو تم سے سچ بولے۔ اور تمہارا ڈرانے والا معذور ہے۔

یہ کہکر عبید اللہ بن زیاد منبر پر سے اُترا بھی نہ تھا کہ دیکھا کہ مسجد کے لوگوں نے کسی چیز کی طرف ٹکٹکی لگائی۔ اور کہا مسلم بن عقیل آ گئے۔ یہ سنتے ہی عبید اللہ نے تیزی کی اور قلعہ کے اندر گھس کر تمام پھاٹکوں کو بند کرا دیا۔

عبد اللہ بن حازم نے کہا کہ مسلم بن عقیل نے مجھکو بھیجا تھا کہ میں قلعہ کے پاس جا کے دیکھوں کہ ہانی بن عروہ کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ ان کو زدوکوب کر کے قید میں بند کر دیا گیا ہے۔ تو میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور سب سے پہلے پہنچکر مسلم بن عقیل کو خبر دی۔ مسلم بن عقیل نے مجھکو کہا کہ یا منصور امت کا نعرہ بلند کرو میں نے نعرہ لگایا تو چار ہزار کوفی جمع ہو گئے۔ پھر مسلم بن عقیل نے کندہ اور ربیعہ کے دستہ پر عبد الرحمن بن کریز کندی کو امیر مقرر کیا۔ اور انہیں سواروں کا گروہ لیکر اپنے آگے چلنے کی ہدایت کی اور مسلم بن عوسجہ اسدی کو مذحج اور اسد میر متعین کیا۔ اور انہیں پاپیادوں کے ساتھ اپنے پیچھے رہنے کو کہا۔ اور ابو ثمامہ صائدی کو تمیم و ہمدان پر۔ اور عباس بن جعدہ بن ہبیرہ کو قریش و انصار پر رکھا۔

جب مسلم بن عقیل نے اپنی فوج کا مقدمہ آگے کیا اور دہنی و بائیں فوج کی بھی ترتیب دے لی، تو خود بیچ میں ہو کر عبید اللہ بن زیاد کے قلعہ کی طرف روانہ ہوئے۔

یہ دیکھکر عبید اللہ بن زیاد گھبرایا اور اُسوقت قلعہ میں کل تیس سپاہی تھے۔ اور بیس آدمی

احمد بن داؤد دینواری نے لکھا ہے کہ کوفے رئیسوں اور ابن زیاد کے گھر والوں اور نوکروں میں سے قلعہ میں اُس وقت کل دو سو آدمیوں کی تعداد تھی۔ اور قلعہ والے اوپر سے اپنے قبیلہ والوں کو بلاتے تو اُن کے قبیلہ کے لوگ نیچے سے اُن پر پتھر پھینکتے اور انھیں گالیاں دیتے۔ ابن زیاد نے کثیر بن شہاب کو بُلا کے کہا کہ مذحج کے لوگ اطاعت کر چکے ہیں، ان کے ساتھ کوفہ میں جا کر لوگوں کو ابن عقیل کی مدد کرنے سے منع کر لڑائی سے ڈرا اور بادشاہ کی سزا کا خوف دلا اور محمد بن اشعث کو کہا کہ کندہ اور حضرموت میں سے جنھوں نے اطاعت کی ہے، ان کے ساتھ جا کر لوگوں کو بلا اور جو لوگ آئیں ان کے لئے امان کا جھنڈا اُٹھا اور یہی ہدایت کر کے قعقاع بن شور ذہلی۔ شبث بن ربعی تمیمی۔ حجار بن ابجر عجلی اور شمر بن ذی الجوشن عامری کو بھیجا۔ اور چونکہ آدمی اسکے پاس تھوڑے تھے اسلئے وحشت اور گھبراہٹ کے خیال سے اور رئیسوں کو اپنے نزدیک روک رکھا۔ پھر کثیر بن شہاب گیا اور لوگوں کو مسلم بن عقیل کے تعاون سے منع کرنے لگا۔ اور محمد بن اشعث بن عمارہ کے گھروں کے نزدیک جا کے کھڑا تھا کہ مسلم بن عقیل کو معلوم ہوا اُنہوں نے مسجد سے عبدالرحمن بن شریح شامی کو اسکی طرف بھیجا۔ ابن اشعث نے دیکھا کہ بہت سے آدمی چلے آ رہے ہیں اسلئے وہ اس جگہ سے ہٹ گیا۔ غرض یہ کہ محمد بن اشعث اور کثیر بن شہاب نے روکنا شروع کیا اور بادشاہ کا خوف دلانے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی برادری کے لوگ بھی اور دوسری برادری والے بھی کثیر تعداد میں اُن لوگوں کے پاس جمع ہو گئے۔ اس کے بعد یہ لوگ تمام لوگوں کے شامل ابن زیاد کے یہاں پہنچے۔ ابن عقیل کا مجمع سہ پہر تک سختی کے ساتھ بڑھتا رہا۔

پھر عبیداللہ بن زیاد نے اسی مقصد کیلئے کل سربرآوردہ لوگوں کو بلا کر ایک میٹنگ کی چنانچہ میٹنگ کے بعد یہ لوگ گئے اور ان لوگوں کو جو مسلم بن عقیل کے پاس جمع تھے واپس ہونے کی ہدایت کی اور مسلم کا ساتھ دینے سے منع کیا اور سمجھایا کہ تم سب لوگ اپنے اپنے گھر جاؤ اور اپنے کو ہلاک نہ کرو دیکھو امیرالمومنین یزید کا لشکر آیا ہوا ہے۔ اور امیر نے کہا ہے کہ اگر شام تک

تم اپنے گھر نہ جاؤ گے تو تمہارے بال بچوں کا وظیفہ بند کر دیا جائے گا اور بیمار کے ساتھ تندرست کی موجودگی کے شامل غائب کی گرفتاریاں ہونگی اور ہر ایک باغی و نافرمان کو اسکی معصیت و بغاوت کا مزہ چکھایا جائے گا اسی طرح اور بڑے بڑے لوگوں نے بھی سمجھایا اطاعت کرنیوالوں کو انعام اور خطاب کی امید دلائی اور نافرمانی کرنے والوں کو محرومی اور سزا سے ڈرایا اس سے یہ حالت ہوئی کہ مرد لوگ تو اپنے بیٹے بھائی اور چچیرے بھائی کو جا کر واپس لاتے اور کہتے اور لوگ کافی ہیں تیری کیا ضرورت ہے۔ عورتیں اپنے بیٹے اور شوہر کو بلاتیں اور کہتیں کل کے دن شامی فوج آئیگی تو لڑائی میں تو کیا کرے گا اور اس طرح ان کے ساتھ لپٹتیں کہ ان کو واپس ہونا پڑتا۔

پھر تو شام ہوتے ہوتے مسلم بن عقیل کے یار و مددگار چھٹ چھٹ کر پانسو رہ گئے پھر تین سو ہو گئے اور نماز مغرب کے وقت تو مسجد میں کل تیس آدمی تھے۔ اور جب رات کی کچھ تاریکی چھائی تو وہ سب بھی چلے گئے۔ اور ایک آدمی بھی ان کے ساتھ نہ رہا جو انھیں راستہ بتاتا یا کسی کے گھر پہنچاتا یا دشمن کے حملہ کرنے کے وقت اپنی جان سے ان کی مدد کرتا۔ اور یہ راستوں سے ناواقف تن تنہا رات کے وقت کوفہ کی گلیوں میں ادھر اُدھر پھرتے پھرے۔ آخر کسی طرح قبیلہ کندہ کی ایک عورت کے دروازے پر پہنچے اُس عورت کا نام طوعہ تھا۔ یہ اشعث بن قیس کی ام ولد تھی، جب اشعث نے اسکو آزاد کر دیا تو اس نے اسید حضرمی سے شادی کی اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا لڑکے کا نام بلال رکھا یہ بھی لوگوں کے شامل گیا ہوا تھا ماں اسکے انتظار میں تھی۔ مسلم بن عقیل نے طوعہ کو سلام کیا۔ طوعہ نے سلام کا جواب دیا تو ابن عقیل نے کہا اے اللہ کی بندی ذرا مجھے پانی تو پلا طوعہ نے پانی لا کر پلایا۔ پھر برتن رکھکر آئی تو مسلم بن عقیل کو اُسی جگہ بیٹھا ہوا دیکھکر بولی اے بندۂ خدا تو نے پانی نہیں پیا۔ بولے ہاں پیا۔ طوعہ نے کہا تب اپنے گھر جا۔ ابن عقیل چپ رہے اور کچھ جواب نہ دیا طوعہ نے پھر پوچھا مگر ابن عقیل کچھ نہ بولے۔ پھر طوعہ نے کہا عافیت کے ساتھ اپنے گھر جا کے بیٹھ میرے دروازہ پر تیرا بیٹھنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اور نہ میں تجھکو اس کی اجازت دونگی۔ یہ سنکر ابن عقیل کھڑے ہو گئے۔

اور کہا اے اللہ کی بندی اس بستی میں نہ میرا کوئی مکان ہے نہ میرے لوگ ہیں کیا تو میرے ساتھ کچھ بھلائی کر سکتی ہے ۔ ممکن ہے کل ہی میں تجھے اس کا بدلہ دے سکوں ۔ طوعہ نے پوچھا یہ کیا قصہ ہے ۔ کہا میں مسلم بن عقیل ہوں یہاں کے لوگوں نے میرے ساتھ بے وفائی کی مجھے دھوکا دیا اور میری مدد نہ کی یہ سنکر طوعہ نے اُن کو اپنے مکان کے ایک دوسرے کمرہ میں جہاں خود نہ رہتی تھی لیجا کے رکھا بچھونا بچھایا اور کھانا لائی مگر اُنھوں نے کھانا نہیں کھایا ادھر اس کا لڑکا آیا تو اس نے یہ دیکھکر کہ اس کی ماں بار بار اس گھر میں آتی جاتی ہے ۔ بولا خدا کی قسم آج رات اس گھر میں تیرے بار بار آنے جانے سے مجھے شبہ ہوتا ہے ۔ یقیناً اس میں کچھ بات ہے ماں نے کہا بیٹا یہ نہ پوچھ لڑکے نے کہا خدا کی قسم بتا ماں بولی چین سے رہ اور مجھ سے کچھ نہ دریافت کر ۔ اس پر لڑکے کا اصرار اور بڑھا آخر ماں نے کہا بیٹا جو میں کہوں کسی سے نہ کہنا اور اس پر اس سے قسمیں لیں، جب اس نے قسم کھائی، تب اسکی ماں نے اسکو بتایا اور وہ سویا اور چپ ہوا ۔

ابن عقیل کے ساتھیوں کا شور و غل جب سناٹا پڑا تو ابن زیاد نے اپنے رفقا سے کہا جھانک کے دیکھو کسی پر نظر پڑتی ہے جھانکا تو کسی کو نہ پایا ۔ ابن زیاد نے کہا ذرا ٹھیک سے دیکھو شاید سائبانوں میں چھپے ہوئے ہوں، اور اسلئے اُنھوں نے یہ کیا کہ اپنے ہاتھوں میں آگ کی مشعلیں روشن کیں اور دیکھنے لگے کہ سائبانوں میں کوئی ہے، اور مشعلوں کو کبھی روشن کرتے اور کبھی بجھا دیتے پھر قندیلیں اور لکڑی کے دستے لٹکائے ۔ اس طرح کہ اُن کو ڈوریوں میں باندھا ۔ اس میں آگ لگائی اور اتنا ڈھیل دیا کہ زمین تک پہنچ جائیں اور اُنھوں نے مسجد کی تمام دور و نزدیک اور نیچ کی سائبانوں میں ڈھونڈھ کی اور اس سائبان میں بھی جس میں منبر تھا آخر جب اُنھوں نے کسی کو نہ پایا تو ابن زیاد کو خبر دی، ابن زیاد نے محراب کا در کھولا جو مسجد میں تھا اور مسجد قلعہ سے ملی ہوئی تھی ۔ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلا ساتھی اسکے گرد بیٹھے اور شمعیں و قندیلیں روشن کیگئیں ۔ اور عمرو بن نافع کو کوفہ میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جس شخص نے سپاہیوں نقیبوں امیروں اور لڑنے والوں میں سے عشاء کی نماز مسجد میں نہ پڑھی

امیر اسکے جان و مال کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

اس اعلان کے کچھ دیر بعد ہی مسجد آدمیوں سے بھر گئی۔ اور اعلان کرنے والے نے نماز کیلئے اقامت کہی اور اس اندیشہ سے کہ اچانک اس پر کوئی حملہ آور نہ ہو اپنے پیچھے کچھ پہرہ دار کھڑا کر دیا۔ اور عشا کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر منبر پر چڑھا اور یہ تقریر کی کہ بے وقوف اور نادان ابن عقیل نے مخالفت اور نفاق کا جو کام کیا تم لوگوں نے دیکھا اسلئے جس آدمی کے گھر میں ہم اسکو پائیں گے اللہ اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ اور جو کوئی اسکو پکڑ کر ہمارے پاس لائے گا اس کو اس کا خوں بہا دیا جائے گا۔ اے اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو اور اپنی اطاعت و بعیت کو ضروری سمجھو اور اپنے اوپر کوئی موقع نہ دو حصین بن نمیر! تجھے موت آئے جب میں نے تمام کوفیوں کے گھروں کی نگہبانی تیرے سپرد کی ہے تو ایسا نہ ہو کہ کوفہ کی کسی گلی کا موڑ پہرہ دار سے خالی رہے اور وہ آدمی نکلجائے اور تو اسکو پکڑ کر میرے پاس نہ لا سکے۔ اسلئے تجھے چاہئے کہ تمام راستوں کے موڑوں پر چوکیدار تعینات کرنے اور کل صبح کے وقت تمام بستی میں خانہ تلاشیاں لے[۵] اور اسکو گرفتار کرکے میرے پاس حاضر کر حصین بن نمیر بنی تمیم سے تھا اور سپاہیوں کا افسر تھا۔ اور ابن زیاد نے جھنڈا عمرو بن حریث کے حوالہ کیا۔ اور اُسی کو لوگوں کا سرغنہ بنایا۔ پھر منبر پر سے اُترا اور قلعہ میں داخل ہوا۔

اور جب صبح ہوئی تو ابن زیاد بیٹھا اور حکم دیا کہ لوگ آئیں چنانچہ لوگ آئے اور جب محمد بن اشعث آیا تو ابن زیاد نے اسکو اسکی وفاداری اور خلوص پر شاباش دی۔ اور اپنے ساتھ ہی اسکو تخت پر بٹھایا۔ اور جس بوڑھی عورت کے یہاں مسلم بن عقیل نے رات گذاری تھی اسکے لڑکے بلال بن اسید نے صبح کے وقت محمد بن اشعث کے لڑکے عبدالرحمن کو جو بلوغ کے قریب تھا جا کے خبر دی کہ مسلم بن عقیل تو میرے گھر ہیں۔ عبدالرحمن نے چپکے سے آ کے اپنے باپ کے کان میں کہا اس کا باپ ابن زیاد کے

---

[۵] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے یہ حکم حصین بن تمیم کو دیا تھا ۱۲

پاس بیٹھا تھا ابن زیاد نے پوچھا کیا ہے؟ محمد بن اشعث نے کہا یہ کہتا ہے کہ ابن عقیل ہمارے نزدیک ہی کسی گھر میں ہیں۔ یہ سنکر ابن زیاد نے محمد بن اشعث کے پہلو میں چھڑی گڑائی اور کہا بس تیار رہو اور ابھی اسکو پکڑ لا۔ اور عمرو بن حریث کو جو لوگوں کا سرغنہ بنایا گیا تھا خبر بھیجی کہ قریش میں سے ساٹھ یا ستر آدمی ابن اشعث کے شامل کرو۔ اور ابن اشعث کے قبیلہ والوں کو اسلئے نہیں بھیجا کہ اس نے سمجھا کہ اور کوئی قبیلہ مسلم کے گرفتار کرنے پر آمادہ نہ ہوگا۔ احمد بن داؤد دینوری نے لکھا ہے کہ عصبیت پیدا ہونے کے خوف سے اس نے قریش کے سوا کسی دوسرے کا بھیجنا پسند نہ کیا۔

چنانچہ ابن اشعث اور عبید اللہ بن عباس سلمی قریش کے ساٹھ یا ستر جوانوں کے شامل چلے اور مسلم بن عقیل کی جائے پناہ پر پہنچے۔ جب مسلم بن عقیل نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اور آدمیوں کا شور و غوغا سنا سمجھا کہ لوگ آ گئے۔ پھر وہ تلوار کھینچے ہوئے نکلے تو دیکھا کہ یہ لوگ گھر میں پہنچے ہوئے ہیں۔ مسلم بن عقیل نے تلوار سے حملہ کر کے انھیں گھر سے نکال باہر کیا۔ یہ لوگ پھر ٹوٹے اور مسلم بن عقیل نے ان پر حملہ کیا اور کئی بار نکالا۔ اسکے بعد ان میں اور بکیر بن حمران احمری میں ایک ایک مار ہوئی بکیر نے مسلم کے منہ پر ایک ایسی تلوار لگائی جو ان کے لب بالا کو کاٹتی ہوئی لب زیریں تک پہنچی اور اگلے دو دانتوں کو توڑ دیا۔ اور مسلم نے ایک زبردست مار بکیر کے سر پر ماری اور دوسری ضرب اسکے مونڈھے کی رگ پر جو قریب تھی کہ اسکے پیٹ تک پہنچے۔ اسکے بعد لوگوں نے اُن کو گھر کے اوپر سے پتھر مارنا شروع کیا۔ اور لکڑی کے دستوں میں آگ لہرا کر پھینکنے لگے۔ مسلم بن عقیل نے دیکھا کہ اُنھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تو ننگی تلوار کھینچے گلی میں نکل آئے اور لڑنا شروع کیا۔ یہ دیکھکر محمد بن اشعث سامنے آیا اور کہا اے بہادر تجھے امان دیا گیا۔ تو اپنے کو ہلاک نہ کر۔ اور مسلم بن عقیل یہ اشعار پڑھتے ہوئے لڑ رہے تھے۔

أَقْسَمْتُ لَا أُقْتَلُ إِلَّا حُرًّا   وَإِنْ رَأَيْتُ الْمَوْتَ شَيْئًا نُكْرًا

میں نے قسم کھائی ہے کہ میں آزاد ہی قتل کیا جاؤں، گو موت میرے نزدیک ایک سخت چیز ہے۔

اَخَافُ اَنْ اُکْذَبَ اَوْ اُغْرَّا　　　　اَوْ یُخْلَطَ البَارِدُ سُخْنًا مُرًّا

مجھے ڈر ہے کہ میرے ساتھ کہیں دغا یا فریب نہ کیا جائے۔ یا سرد کو گرم و تلخ میں ملا دیا جائے۔

رُدَّ شُعَاعُ الشَّمْسِ فَاسْتَقَرَّا　　　　کُلُّ امْرِیٍٔ یَوْمًا مُلَاقٍ شَرًّا

آفتاب کی شعاع لوٹکر ٹھیر جاتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک آدمی کیلئے کسی دن موت کا دیدار ضروری ہے۔

محمد بن اشعث نے کہا آپ کے ساتھ دغا و فریب نہ کیا جائیگا اس سے آپ نہ گھبرائیں یہ لوگ آپ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ یہ آپ سے برسر پیکار نہ ہوں گے اور نہ آپ کو تکلیف دیں گے، اور مسلم بن عقیل کا یہ حال تھا کہ زخموں سے چور تھے اور لڑائی کرنے کی طاقت باقی نہ تھی۔ اس لئے لڑائی روک دی اور اس گھر کی ایک جانب میں اپنی پیٹھ اڑا کر ٹھہر گئے۔ ابن اشعث نے پھر کہا آپ کو امان دیا گیا۔ مسلم بن عقیل نے کہا کیا میں امان میں ہوں۔ ابن اشعث نے کہا ہاں اسکے بعد مسلم بن عقیل نے ابن اشعث کے ساتھیوں سے پوچھا کیا مجھے امان دیا گیا۔ اسکے ساتھیوں نے بھی کہا ہاں صرف عبید اللہ بن عباس سلمی نے یہ نہ کہا اسلئے کہ اس نے کہا کہ میرے پاس نہ اونٹنی ہے اور نہ اونٹ، اور یہ کہکر وہاں سے چلا گیا۔ پھر مسلم بن عقیل نے کہا اگر تم لوگ مجھے امان نہ دیتے تو میں اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھوں میں نہ دیتا۔ اسکے بعد ایک مادہ خچر پر سوار کئے گئے اور سب لوگ ان کے گرد جمع ہوئے اور ان کے ہاتھ سے تلوار لے لی گئی۔ اس وقت مسلم بن عقیل کو اپنی زندگی سے مایوسی ہوئی اور آنسو سے آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور کہا یہ پہلی دغا ہے۔ محمد بن اشعث نے کہا میں امید کرتا ہوں کہ آپ کے لئے ڈر کی کوئی بات نہیں ہے۔ مسلم بن عقیل بولے یہ صرف امید ہی امید ہے۔ تمہارے پاس امان کہاں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور یہ کہکر رونے لگے۔ تو عبید اللہ بن عباس بن سلمی نے کہا اگر تیرے جیسا کوئی دوسرا طلبگار ہوتا اور جس مصیبت میں تو پڑا ہے یہی مصیبت اس پر پڑتی تو وہ نہ روتا۔ مسلم نے کہا گو مجھے جان دینا پسند نہیں ہے مگر خدا کی قسم میں اپنی جان کیلئے نہیں روتا ہوں اور نہ اپنے مارے جانیکا مجھے کچھ ملال ہے۔ میرا رونا تو ان لوگوں کیلئے ہے جو تمہارے

یہاں آنے والے ہیں، میں حسینؑ اور آل حسینؑ کیلئے رو تا ہوں۔ پھر محمد بن اشعث کو مخاطب کر کے کہا۔
تو میں سمجھتا ہوں کہ تو مجھے امان دینے سے قاصر ہے مگر کیا تو میرے ساتھ یہ بھلائی کر سکتا ہے کہ امام حسینؑ
مع اہل بیت آج روانہ ہو چکے ہوں گے یا کل روانہ ہوں تو میری طرف سے ان کے پاس ایک
آدمی بھیجدے جو ان سے جا کے کہے کہ ابن عقیل دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو چکا ہے وہ شام
تک قتل کر دیا جائیگا اس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے یہ کہنے کیلئے کہ آپ مع اہل بیت واپس
ہو جائیں اور کوفیوں کے فریب میں نہ پڑیں، کوفہ والے آپ کے والد کے ایسے ہی مددگار ہیں
کہ آپ کے والد موت یا قتل سے ان کی جدائی کے خواہاں تھے۔ کوفیوں نے آپ کے ساتھ فریب
کیا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ آپ نہ آئیں۔ ابن اشعث نے قسم کھائی کہ میں یہ ضرور کروں گا
اور ابن زیاد کو بھی کہوں گا کہ میں آپ کو امان دیکر لایا ہوں۔

پھر محمد بن اشعث نے بنی عمرو بن ثمامہ کے ایک شخص ایاس بن عثل طائی کو بلا کے کہا کہ
تو امام حسینؑ کے پاس جا اور یہ خط انھیں دے اور اس خط میں اس نے وہ سب کچھ لکھا جو
ابن عقیل نے بتایا تھا۔ اور اسکو کہا یہ تیری زاد راہ اور تیرے زن و فرزند کی خرچی ہے اور
اسکو سواری کا ایک جانور دیا جسکے ساتھ پالان بھی تھا۔

ابن اشعث ابن عقیل کے ساتھ قلعہ کے پھاٹک پر پہنچا تو قلعہ کے اندر آنے کی اجازت چاہی،
اجازت ملنے پر ابن زیاد کے پاس حاضر ہوا۔ اور ابن عقیل کی خبر دی اور ابن عقیل کو گھیر کے
مارنے اور اپنے امان دینے کا بھی ذکر کیا۔ اس پر عبید اللہ بن زیاد نے کہا تجھکو اسے امان دینے
کا کیا حق حاصل تھا۔ کیا ہمنے تجھے اسی لئے بھیجا تھا کہ تو اسے امان دے۔ ہم نے تو تجھکو اسکے
پکڑنے کیلئے بھیجا تھا۔ یہ سنکر ابن اشعث چپ ہو گیا۔ اور جس وقت ابن عقیل کو قلعہ کے پھاٹک
پر پہنچایا ابن عقیل کو شدت کی پیاس تھی۔ اور قلعہ کے پھاٹک پر کچھ لوگ اس انتظار میں بیٹھے تھے
کہ اجازت ملے تو اندر جائیں۔ ان بیٹھنے والوں میں عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط، عمرو بن حریث،

مسلم بن عمرو باہلی اور کثیر بن شہاب تھے۔ اور پھاٹک پر ایک مٹکا ٹھنڈا پانی رکھا ہوا تھا۔
مسلم بن عقیل نے کہا ذرا اس میں سے مجھے کچھ پانی پلاؤ۔ مسلم بن عمرو باہلی بولا دیکھتا ہے یہ کس قدر
ٹھنڈا پانی ہے خدا کی قسم اس میں سے تجھے ایک قطرہ پانی نہیں دیا جائے گا تجھے تو آتش جہنم کا
گرم پانی پینا ہے۔ مسلم بن عقیل نے کہا تیرا برا ہو تو کون ہے۔ بولا میں وہ ہوں کہ جب تو نے حق
کا انکار کیا تو میں نے حق کو پہچانا امام کو تو نے دھوکا دیا تو میں نے خیر خواہی کی، تو نے اطاعت سے
منہ پھیرا تو میں نے اطاعت کی۔ میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں، ابن عقیل نے کہا تجھے موت آئے
تو کیسا سخت ظالم اور سنگدل ہے۔ اے ابن باہلہ تو مجھ سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ ہمیشہ جہنم کی
آگ میں رہے۔ اور گرم پانی پیئے۔ پھر مسلم بن عقیل ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اور
عمارہ بن عقبہ نے اپنے ایک غلام کو بھیجا تاکہ پانی لائے۔ غلام رومال سے ڈھانک کر ایک
مٹکا پانی اور ایک پیالہ لایا۔ اور پیالہ میں پانی ڈھال کر مسلم بن عقیل کو دیا اور کہا کہ پیو۔
مسلم بن عقیل اس پانی کو پینے لگے تو پیالہ ان کے منہ کے خون سے سرخ ہو گیا۔ اور نہ پی سکے۔
اور دوبارہ یہی حال ہوا۔ پھر تیسری بار پینا چاہا تو پیالہ میں آگے کے دو دانت ٹوٹ کے گر پڑے
ابن عقیل نے کہا الحمدللہ اور فرمایا کہ اگر یہ پانی میری قسمت کا ہوتا تو میں اسکو پیتا یہ طبری ابن اثیر
اور ابن کثیر کی روایت ہے اور مقیدہ نے لکھا ہے کہ عمرو بن حریث نے ابن عقیل کو پانی لا کر دیا۔
اس کے بعد ابن زیاد کا ایک آدمی آیا اور کہا کہ مسلم بن عقیل کو اندر لے چلو۔ مسلم بن عقیل جب
قلعہ کے اندر داخل ہوئے تو ابن زیاد کو اسکے امیر ہونے کا سلام نہ کیا۔ اس پر ایک خادم نے
کہا تو امیر کو سلام کیوں نہیں کرتا۔ ابن عقیل بولے اگر وہ میرے قتل کا خواہاں ہے تو میں اسکو
سلام نہ کروں گا۔ اور اگر مجھے قتل کرنا نہیں چاہتا تو اسکو میرا بہت بہت سلام ہو۔ ابن زیاد
نے کہا میری زندگی کی قسم میں تجھکو قتل کروں گا۔ مسلم نے کہا یہی بات ہے۔ ابن زیاد بولا ہاں،
مسلم بن عقیل نے کہا اچھا تو مجھکو اس کا موقع دیا جائے کہ میں اپنے لوگوں میں سے کسی کو کچھ وصیت

کروں۔ ابن زیاد نے کہا ہاں وصیت کر سکتا ہے، مسلم بن عقیل نے عبید اللہ کے نزدیک بیٹھنے والوں کو دیکھا تو عمر بن سعد بن ابی وقاص کو پایا اور کہا اے عمر مجھ میں اور تجھ میں قرابت ہے اور اسوقت میں تجھ سے ضرورت رکھتا ہوں، تجھے چاہیے کہ میری ضرورت پوری کرے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ تجھے ایک راز کی بات کہنا ہے۔ عمر نے ان کی بات سننے سے دریغ کیا تو عبید اللہ بن زیاد نے کہا تو اپنے چچا زاد بھائی کی ضروری بات سننے میں کوتاہی کیوں کرتا ہے۔ چنانچہ عمر بن سعد بن ابی وقاص مسلم بن عقیل کے پاس آکر اس طرح بیٹھا کہ عبید اللہ بن زیاد ان دونوں کو دیکھ سکے۔ پھر مسلم بن عقیل نے کہا، کوفہ کے ایک آدمی کا میرے ذمہ قرض ہے جس دن میں کوفہ آیا تھا میں نے اُس سے سات سو درہم قرض لئے تھے، تو میری تلوار اور زرہ بیچکر اُس آدمی کا قرض ادا کر دینا جو میرے ذمہ ہے۔ اور جب میں قتل ہو جاؤں تو ابن زیاد سے میری لاش لیکر دفن کر دینا۔ اور امام حسینؑ کو کسی آدمی سے مطلع کرنا کہ وہ لوٹ جائیں۔ میں نے ان کو خط لکھا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ آتے ہی ہوں گے۔ عمر بن سعد نے ابن زیاد سے کہا کہ انھوں نے یہ باتیں کہیں۔ ابن زیاد نے کل باتیں منظور کیں۔ اور کہا معتمد شخص خیانت نہیں کرتا، ہاں یہ ہوتا ہے کہ خائن پر اعتماد کر لیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا کہ تیرا مال تو وہ تیری چیز ہے۔ تجھے اختیار ہے تو جو چاہے کرے، اس میں ہم کچھ نہیں کر سکتے اور تیرے قتل ہونے پر تیری لاش کا جو بھی حشر ہو ہمیں اسکی کچھ پروا نہ ہو گی۔ اور حسین نے اگر ہم سے جنگ نہ کی تو ہم بھی اُن سے جنگ نہ کریں گے۔ اس کے بعد ابن زیاد نے کہا ہاں ابن عقیل لوگ متحد تھے تو نے ان میں اختلاف پیدا کیا۔ پھوٹ ڈالا اور ایک کو دوسرے سے لڑایا۔ ابن عقیل نے کہا میں ہرگز اس غرض سے نہیں آیا۔ بلکہ اس بستی کے لوگوں نے کہا کہ تیرے باپ نے ان کے نیکوں کو قتل کیا تھا ان کا خون بہایا تھا اور ان کے ساتھ قیصر و کسریٰ کے جیسا رویہ رکھا تھا اس لئے ہم ان کے پاس آئے تا کہ ان کو عدل و انصاف قائم کرنے کا حکم

دیں اور کتاب وسنت کے حکم پر دعوت عمل پیش کریں۔ ابن زیاد نے کہا ارے بدکار تجھکو اس سے
کیا واسطہ کیا جس وقت تو مدینہ میں بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا اُس وقت ان میں عدل وانصاف
کا حکم جاری نہ تھا۔ ابن عقیل بولے میں شراب پیتا ہوں خدا کی قسم اسد ہی تیری غلط بیانی کو جانتا ہے
میرے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ شراب پینے کا مستحق وہ ہے جو مسلمانوں کا خون
پیتا ہے اور جس جان کا قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا۔ اسکو غصہ و دشمنی اور شک کی بنا پر قتل
کرتا ہے اور اسکو اس طرح کھیل تماشہ سمجھتا ہے جیسے کہ اس نے کچھ کیا ہی نہیں۔ ابن زیاد نے
کہا اللہ نے تیرے دل کی تمنا پوری نہ کی۔ اور تجھکو اس کا اہل نہ سمجھا۔ مسلم بن عقیل نے کہا،
اگر ہم اس کے اہل نہیں ہیں تو دوسرا کون اہل ہوگا۔ ابن زیاد نے کہا امیر المومنین یزید۔ ابن
عقیل نے کہا بہر حال خدا کا شکر ہے ہم خوش ہیں کہ وہی ہمارا اور تمہارا حاکم ہے۔ ابن زیاد نے
کہا اسد مجھکو ہلاک کرے اگر میں نے تجھکو اس طرح قتل نہ کیا جس طرح کبھی کوئی اسلام میں قتل
ہوا ہی نہیں، مسلم بن عقیل نے کہا یقیناً جن لوگوں نے اسلام میں بدعت کا دستور قائم کیا ہے
میں سب سے زیادہ حقدار تو ہے تو ہرگز اپنی قبیح عادت دغابازی اور مثلہ جیسی مذموم حرکت
سے باز نہیں آسکتا یہ سنکر ابن زیاد مسلم بن عقیل کو اور امام حسین علی اور عقیل علیہم السلام کو
گالی دینے لگا اور مسلم بن عقیل نے اُس سے گفتگو کرنا بند کر دیا۔ پھر ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسکو
قلعہ کے اوپر لیجا کر اسکی گردن مارو۔ مسلم بن عقیل نے محمد بن اشعث سے کہا اگر تو مجھکو امان
نہ دیتا تو میں تیری اطاعت کیلئے گردن نہ جھکاتا میرے آگے تلوار لیکر کھڑا ہو تو نے غداری
اور عہد شکنی کی۔

ادھر ابن زیاد نے بکیر بن حمران احمری کو بلایا جسکے سر پر ابن عقیل نے تلوار چلائی تھی
اور کہا قلعہ پر چڑھ تو ہی اسکی گردن مارنے کے لائق ہے۔ چنانچہ بکیر ان کو قلعہ پر لے گیا
اور مسلم بن عقیل اللہ کی تکبیر واستغفار اور اللہ کے رسول پر درود پڑھ رہے تھے اور یہ

دعا زبان پر تھی اے اللہ ہماری قوم اور ہمارے درمیان تو فیصلہ کر، ان لوگوں نے ہمیں دھوکا دیا۔ ہمارے ساتھ غداری کی اور ہماری مدد نہ کی۔

اور جو لوگ کہ صحن سے متصل قلعہ کے پھاٹک پر بیٹھے تھے انہیں دکھلانے کے بعد ان کی گردن ماری گئی۔ مارے جانے پر ان کا سر تو صحن میں گر پڑا اور لاش لوگوں کے سامنے ڈال دی گئی۔

مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد محمد بن اشعث عبید اللہ بن زیاد کے پاس آیا، اور اس نے ہانی بن عروہ کی نسبت یہ کہا کہ تو جانتا ہے کہ ہانی کا اسی بستی میں گھر ہے۔ اور بستی ہی کے ایک قبیلہ میں اس کے لوگ ہیں۔ اور دو شخص ایک میں اور ایک میرا ساتھی، اس کو تیرے پاس لائے ہیں اسلئے تجھے خدا کی قسم ہانی کو قتل کرنے کیلئے میرے ذمہ نہ کرنا۔ ابن زیاد نے کہا، اچھا! یہ باقی ہو گا اور مسلم کا قصہ تمام ہونے کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کو بازار میں لیجا کر قتل کرو۔ چنانچہ ہانی کے دونوں ہاتھوں کو ان کے پیٹھ پر باندھکر بازار کے اس مقام پر لے گئے جہاں بکریاں فروخت ہوتی تھیں، اس کے بعد ہانی یہ کہکر چلانے لگے ہائے مذحج آج میرے مذحج نہیں ہیں، آخر جب دیکھا کہ کوئی مدد کو نہیں آتا تو رسی سے ہاتھ کھینچکر نکال لیا، اور بولے کیا لاٹھی، چاقو، پتھر، یا ہڈی کوئی چیز نہیں ہے۔ جس سے مقابلہ کروں، یہ سن کر لوگوں نے پھرتی سے اُن کو باندھا اور جب ان سے کہا گیا کہ گردن سیدھی کرو تو بولے میں خود سے اپنی گردن سیدھی کر کے تمہیں سہولت نہیں پہنچا سکتا۔ پھر عبید اللہ کے ایک ترکی غلام نے جس کا نام رشید تھا اُن کی گردن پر تلوار چلائی مگر وار خالی گیا۔ ہانی نے کہا اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اے اللہ تو مجھے اپنی رحمت اور خوشنودی کے سایہ میں جگہ دے۔ پھر اس نے دوسرا وار کیا تو شہید ہو گئے۔

طبری نے عیسیٰ بن یزید کی ایک روایت نقل کی ہے کہ مختار بن ابی عبید اور عبد اللہ بن حارث بن نوفل بھی مسلم بن عقیل کے ساتھ نکلے تھے، مختار سبز جھنڈا لیکر نکلا تھا اور عبد اللہ کے پاس

سرخ جھنڈا تھا اور مختار نے اپنا جھنڈا عمرو بن حریث کے دروازہ پر گاڑ کر کہا تھا کہ میں عمرو بن حریث کو روکنے آیا ہوں، اور اس روائت میں یہ بھی ہے کہ جس دن شام کے وقت مسلم بن عقیل مجمع کے ساتھ ابن زیاد کے قلعہ کی طرف آئے تھے اُس دن ابن اشعث قعقاع بن شور اور شبث بن ربعی نے مسلم اور اُن کے ساتھیوں کے ساتھ شدید جنگ کی تھی اور شبث نے کہا تھا کہ رات تک ان کا انتظار کرو تاکہ لوگ منتشر ہو جائیں۔ اور اس روائت میں یہ بھی ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے مختار اور عبداللہ بن حارث کے گرفتار کرنے والوں کو انعام دینے کا وعدہ کیا تھا، چنانچہ یہ دونوں گرفتار ہو کر آئے اور قید میں رکھے گئے۔

احمد بن داؤد دینوری کی ایک روائت میں ہے کہ عمرو بن حجاج اور اُسکے مذحجی ساتھیوں کے لوٹنے کے بعد ہی ہانی بن عروہ کو قتل کیا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھی واپس ہو گئے تو اس نے حکم دیا کہ ہانی بن عروہ کو بازار میں لیجا کر قتل کیا جائے چنانچہ بازار میں ان کی گردن ماری گئی۔

مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ رحمۃ اللہ علیہما کے متعلق عبداللہ بن زبیر اسدی نے کہا کہ اور کسی نے کہا کہ فرزدق نے کہا ہے

إِذَا كُنْتِ لَا تَدْرِيْنَ مَا الْمَوْتُ فَانْظُرِيْ إِلَى هَانِئٍ فِي السُّوْقِ وَابْنِ عَقِيْلِ

اگر تو نہیں جانتی کہ موت کیا ہے تو بازار میں جا کے ہانی کو دیکھ اور ابن عقیل کو۔

إِلَى بَطَلٍ قَدْ هَشَّمَ السَّيْفُ وَجْهَهُ وَآخَرَ يَهْوِيْ مِنْ طِمَارٍ قَتِيْلِ

ان دونوں میں ایک وہ بہادر ہے کہ تلوار کی مار سے اس کا چہرہ خراب ہو گیا اور دوسرا وہ ہے کہ قتل ہو کر قلعہ کی بلندی سے نیچے آیا

تَرَىٰ جَسَدًا قَدْ غَيَّرَ الْمَوْتُ لَوْنَهُ وَنَضْحَ دَمٍ قَدْ سَالَ كُلَّ مَسِيْلِ

دیکھو کہ مرنے سے اُسکے جسم کا رنگ بدل گیا ہے اور تمام خون بہا ہوا ہے۔

أَصَابَهُمَا رَيْبُ الزَّمَانِ فَأَصْبَحَا أَحَادِيْثَ مَنْ يَسْرِيْ بِكُلِّ سَبِيْلِ

حوادث زمانہ میں پھنس کر یہ دونوں رات کے چلنے والے مسافروں کے قصے بن گئے

أَيَرْكَبُ أَسْمَاءُ الْهَمَالِيجَ آمِنًا وَقَدْ طَلَبَتْهُ مَذْحِجٌ بِذُحُولِ

کیا اسمار بن خارجہ باطمینان ترکی گھوڑوں پر سوار ہو سکتا ہے۔ جبکہ مذحج اس سے خون کا بدلہ طلب کر رہے ہیں۔

تُطِيفُ حَوَالَيْهِ مُرَادٌ وَكُلُّهُمْ عَلَى رِقْبَةٍ مِنْ سَائِلٍ وَمَسُولِ

تمام قبیلہ مراد خون کا مطالبہ کرنے والوں اور مطالبہ کیے گئے کی حفاظت میں اسمار بن خارجہ کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔

فَإِنْ أَنْتُمُ لَمْ تَثْأَرُوا بِأَخِيكُمُ فَكُونُوا بَغَايَا أُرْضِيَتْ بِقَلِيلِ

پس اگر تم لوگ اپنے بھائی کے خون کا مطالبہ نہ کرو تو تم بدکار عورتوں کی طرح ہو جاؤ جو کچھ دیکر راضی کر لیجاتی ہیں۔

فَتًى هُوَ أَحْيَا مِنْ فَتَاةٍ حَيِيَّةٍ وَأَقْطَعُ مِنْ ذِي شَفْرَتَيْنِ صَقِيلِ

تمہارا بھائی حیادار عورت سے بھی زیادہ باحیا ہے۔ اور دو دھار والی تیز تلوار سے بھی زیادہ تیز اور کاٹنے والا ہے۔

روز چارشنبہ ۹ ذیحجہ عرفہ کے دن سنہ ۶۰ھ میں مسلم بن عقیل کی شہادت ہوئی۔

بیاسی نے لکھا ہے کہ قتل ہونے پر ابن زیاد نے حکم دیا کہ مسلم بن عقیل کی لاش لٹکا دی جائے۔ اور مسلم و ہانی کے قتل ہونے کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے ہانی بن ابی حیہ وداعی اور زبیر بن اروح تمیمی کی معرفت ان دونوں کے سروں کو یزید بن معاویہ کے یہاں بھیجا۔ اور اپنے منشی کو خط میں مسلم اور ہانی کی سرگذشت کے لکھنے کا حکم دیا۔ منشی عمرو بن نافع تھا لکھا تو مضمون بہت طویل ہو گیا۔ اور طویل مضمون لکھنے میں یہ پہلا آدمی تھا۔ ابن زیاد نے دیکھا تو ناپسند کیا اور کہا یہ طول طویل مضمون اور فضول باتیں لکھنے کی کیا ضرورت تھی لکھ خدا کا

---

۵ احمد بن داؤد دینوری نے لکھا ہے کہ مسلم بن عقیل سہ شنبہ ۳ ذی الحجہ کو قتل ہوئے، لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے

شکر ہے کہ جس نے امیرالمومنین کا حق دلایا اور دشمن کی اذیت سے ان کو بچایا۔ میں امیرالمومنین کو مطلع کرتا ہوں کہ مسلم بن عقیل نے ہانی بن عروہ کے گھر میں پناہ لی۔ اور میں نے ان دونوں کے پیچھے جاسوس لگائے۔ اور ان پر خفیہ آدمیوں کو تعینات کیا۔ اور حیلہ و تدبیر کے بعد ان لوگوں کو پکڑا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان پر کامیاب کیا۔ میں نے ان کی گردنیں ماریں اور ہانی بن ابی حیہ وداعی اور زبیر بن اروح تمیمی کی معرفت ان کے سروں کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ یہ دونوں فرمانبردار اور خیرخواہ ہیں۔ امیرالمومنین جو کچھ چاہیں ان سے دریافت کر سکتے ہیں یہ دونوں واقف کار سچے اور متقی ہیں۔

یزید نے ابن زیاد کو جواب میں لکھا تو نے میرے حسب منشا اور دوراندیشی کا کام کیا۔ بہادری اور دلیری کے ساتھ حملہ آور ہوا میں نے تیرے دونوں آدمیوں کو بلا کے پوچھا اور ان سے راز کی باتیں دریافت کیں۔ تو ان کو عقل و سمجھ میں تیرے لکھنے کے مطابق پایا۔ تجھے ان لوگوں کی رائے پر چلنا چاہیئے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین مکہ سے عراق کو روانہ ہو چکا تو کثرت سے اسکے پیچھے جاسوس لگا راہوں میں چوکیداروں کو بٹھا اور خبر لے اگر کسی پر شک ہو تو قید کر اگر الزام ثابت ہو تو گردن مار۔ اور جو واقعہ رونما ہو اسکی مجھے خبر دے

مکہ سے عراق کو امام حسین کی روانگی

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام حسین علیہ السلام جمعہ کی شب ۳ شعبان سنہ ۶۰ھ میں مکہ پہنچے اور کئی ماہ وہاں مقیم رہے۔ پھر ۸ ذیحجہ سہ شنبہ کو وہاں سے روانہ ہوئے اور اسی روز کوفہ میں مسلم بن عقیل بھی عبیداللہ بن زیاد کے مقابلہ کو نکلے۔

اور مکہ کے اثنائے اقامت میں حجاز اور بصرہ کے کچھ لوگ بھی آپ کے گھر والوں اور غلاموں میں آپ کے شامل ہو گئے۔

چونکہ امام حسین عراق کی روانگی کا ارادہ کر چکے تھے۔ اسلئے طواف کعبہ اور صفا و مروہ کی

سعی کے بعد صرف عمرہ کر کے احرام توڑ دیا اُس وقت انہیں مسلم بن عقیل کی کوئی اطلاع نہ تھی کیونکہ امام حسین اور مسلم بن عقیل دونوں نے ایک ہی دن خروج کیا۔

ابن کثیر نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ امام حسین جس دن مکہ سے روانہ ہوئے ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ تھی۔ اُس روز امام حسین اور ابن زبیر میں اتنی دیر تک رازو نیاز کی گفتگو ہوتی رہی کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ اور منیٰ جانے والوں کی پکار شروع ہوئی۔ امام حسین نے طواف کعبہ کیا۔ صفا و مروہ کی سعی کی بال کتروایا اور عمرہ کر کے احرام سے خارج ہو گئے۔ لیکن انھوں نے کوفہ کا رخ کیا اور دوسرے لوگ منیٰ روانہ ہوئے۔

طبری اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن زبیر امام حسین کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ حجاز میں رہنا گوارا کریں تو یہیں رہ کے لوگوں سے بیعت لیں۔ ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ تعاون کریں گے۔ آپ کا ساتھ دیں گے اور آپ کی بیعت کرینگے لیکن امام حسین نے اس سے انکار کیا۔ پھر ابن زبیر نے یہ رائے دی کہ اگر آپ کی خواہش ہو تو آپ یہیں رہیں اور ہمیں حکم دیں کہ میں بیعت لوں اس سے یہ ہوگا کہ آپ کی اطاعت بھی ہوگی اور کوئی شخص آپ کی مخالفت پر مستعد نہ ہوگا۔ امام حسین نے کہا میں یہ بھی نہیں چاہتا ہوں۔

طبری اور ابن اثیر کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عباس امام حسین کے پاس آئے اور کہا لوگوں نے خبر اڑائی ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں ذرا مجھ سے بھی تو کچھ کہئے۔ امام حسین نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ آج اور کل کے درمیان جانے کا عزم ہے۔ عبداللہ بن عباس نے کہا میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو اس سے پناہ دے۔ اس امر میں مجھکو آپ کی ہلاکت کا خوف معلوم ہوتا ہے۔ عراق کے لوگ بڑے دغاباز ہیں۔ آپ یہیں حجازیوں کے امام ہو کر رہیں۔ اور اگر عراق والے آپ کے خواستگار ہیں تو پہلے وہ اپنے دشمن کو نکالیں۔ پھر آپ انکے یہاں جائیں۔ اور اگر آپ کا یہی خیال ہے کہ آپ یہاں سے جائیں تو یمن جایئے وہاں

قلعے اور گھاٹیاں ہیں اور آپ کے والد کے شیعہ ہیں۔ امام حسین نے جواب دیا اے میرے چچیرے بھائی میں یہ جانتا ہوں کہ آپ میرے خیر خواہ اور مجھ پر مہربان ہیں لیکن میں مجبور ہوں میں نے روانگی کا عزم کر لیا ہے۔

ابو الفرج اصبہانی نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر کو امام حسین کا حجاز میں رہنا بڑا گراں تھا۔ اور وہ ان کے عراق کی روانگی سے بہت خوش تھے۔ کیونکہ وہ حجاز پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ اور یہ وہاں سے امام حسین کے نکلے بغیر ممکن نہ تھا۔ اسلئے انھوں نے امام حسین سے ملاقات کر کے دریافت کیا کہ آپ کا کیا خیال ہے۔ بولے کوفہ جانے کی رائے ہے اور انہیں مسلم بن عقیل کا خط دکھلایا تو عبد اللہ بن زبیر نے پوچھا تب آپ رکے ہوئے کیوں ہیں۔ خدا کی قسم عراق میں اگر آپ کی طرح میرے شیعہ ہوتے تو میں کچھ بھی انتظار نہ کرتا۔ اور یہ کہکر امام حسین کے عزم کو اور بھی مستحکم کر دیا۔ پھر واپس چلے آئے۔

امام حسین جب اپنی روانگی کا عزم مصمم کر چکے تو عبد اللہ بن عباس ان کے پاس آئے اور نہ جانے پر انہیں بہت زور دیا۔ اور کوفیوں کی بڑی مذمت کی۔ اور کہا آپ ان لوگوں کے پاس جاتے ہیں جنھوں نے آپ کے والد کو قتل کیا آپ کے بھائی کو نیزہ مارا اور مجھے تو یقین ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بھی دغا بازی کریں گے۔ امام حسین نے کہا ان کے یہ خطوط میرے پاس آ چکے ہیں اور یہ مسلم بن عقیل کا خط ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔ پھر عبد اللہ بن عباس نے کہا اگر آپ جاتے ہی ہیں تو اپنے بچوں بیویوں اور عورتوں کو نہ لیجائیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ ان کی نظر کے سامنے آپ قتل ہوں جیسا کہ عثمان بن عفان قتل کئے گئے۔ امام حسین نے اس سے بھی انکار کیا اور راضی نہ ہوئے۔ عبد اللہ بن عباس نے کہا کہ امام حسین کی شہادت کے روز موقعۂ جنگ پر جو لوگ موجود تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ شہادت کے روز جس وقت ان کی عورتیں خیموں سے نکل کر اپنے

ستمہیدوں کی لاشوں پر روپیٹ رہی تھیں اُس وقت امام حسین نے اُنہیں دیکھکر کہا عبداللہ بن عباس نے مجھے کیا اچھی رائے دی تھی۔ آخر کار جب امام حسین نے عبداللہ بن عباس کی بات نہ سنی تو یہ اُنہیں رخصت کرکے واپس چلے آئے۔ اور امام حسین روانہ ہو گئے۔

امام حسین کے روانہ ہونے پر عبداللہ بن عباس نے عبداللہ بن زبیر سے ملاقات کی اور ان کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

یَا لَکِ مِنْ قُبَّرَۃٍ بِمَعْمَرٍ   خَلَا لَکِ الْجَوُّ فَبِیضِی وَاصْفِرِی

اے آبادی میں رہنے والا چنڈول میدان تیرے لئے خالی ہوگیا۔ اب تو انڈا دے اور چہچہا۔

وَنَقِّرِی مَا شِئْتِ اَنْ تُنَقِّرِی   ھٰذَا الْحُسَیْنُ خَارِجًا فَاسْتَبْشِرِی

اور جو دانہ چننا چاہے چن لے حسین گئے اب تو خوش ہو۔

اور کہا اے ابن زبیر حسین چلے گئے اب میدان حجاز تیرے لئے خالی ہو گیا۔

مکہ سے باہر امام حسین کو فرزوق بن غالب شاعر سے ملاقات ہوئی جو اپنی تلواریں اور ڈھالیں لئے کہیں سے چلا آرہا تھا۔ فرزوق نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے، بولا عرب کا ایک آدمی ہوں، پھر اس سے امام حسین نے لوگوں کا حال دریافت کیا۔ فرزوق نے کہا لوگوں کے دل آپ کی طرف ہیں مگر تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ اور اللہ کا حکم آسمان سے نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ امام حسین بولے فرزوق تو نے سچ کہا حکم اللہ ہی کا ہے اور وہ جو چاہے وہی ہو۔

امام حسین جب مکہ سے باہر ہوئے تو یحییٰ بن سعید بن عاص نے اُنہیں پکڑا اور اُن کے ساتھ اور کئی آدمی تھے جن کو اُن کے بھائی عمرو بن سعید اشدق نے بھیجا تھا۔ اور ان لوگوں نے امام حسین سے کہا کہ واپس چلئے ورنہ ہم لوگ آپ کو نہیں جانے دیں گے۔ مگر امام حسین نے انکار کیا اور آگے بڑھنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طرف کے لوگوں نے ایک دوسرے

دھکا دینا شروع کیا اور کوڑے چلانے لگے۔ آخرکار امام حسین غالب رہے اور پیچھے ہٹنے سے رک گئے اور آگے بڑھکر جب آپ مقام تنعیم ؎ تک آئے تو دیکھا کہ یمن سے ایک قافلہ چلا آرہا ہے، اس قافلہ والوں سے آپ نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کی سواری کے لئے چند اونٹ کرایہ پر لئے۔ اونٹوں کے مالکوں کو کہا کہ جو کوئی تم میں سے ہمارا عراق تک ساتھ دیگا ہم اُس کو پورا کرایہ ادا کریں گے اور اس کو اپنا ایک اچھا رفیق سفر سمجھیں گے اور جو کوئی بیچ راہ سے واپس ہوگا اسکو راستہ کی مسافت طے کرنے کے انداز سے مزدوری دیجائیگی۔ چنانچہ کچھ نے ساتھ دیا اور کچھ نہ گئے۔

اور پیچھے سے عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب نے اپنے دونوں لڑکے عون اور محمد کو بھیجا اور ان کی معرفت امام حسین کو ایک خط میں لکھا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ آپ خط دیکھتے ہی لوٹ آئیں۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ جس طریقہ سے جارہے ہیں اس میں آپ کی اور آپ کے خاندان کی ہلاکت ہو اور اگر آج آپ ہلاک ہوجائینگے تو زمین کی روشنی بجھ جائیگی۔ اس لئے کہ آپ ہدائت پانے والوں کے نشان اور مسلمانوں کی امید ہیں۔ آپ جانے میں جلدی نہ کیجئے، میں خط کے بعد ہی پہنچتا ہوں۔ اسکے بعد عبد اللہ بن جعفر نے عمرو بن سعید سے ملاقات کی اور اُس سے کہا کہ امام حسین کو امان کا ایک خط لکھدو اور وظیفہ دینے کا وعدہ کرو۔ تاکہ واپس ہوں۔ عمرو بن سعید نے انہیں ایک خط لکھا جس میں وظیفہ دینے کی امید دلائی اور امان کا وعدہ کیا اور خط کو عبد اللہ بن جعفر اور اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کی معرفت بھیجا۔ چنانچہ یہ دونوں آپ کے پاس پہنچے اور عمرو بن سعید کا خط دیا اور واپس ہونے کی کوشش بلیغ کی۔ مگر وہ واپس نہ ہوئے اور معذرت کی آخر جب عبد اللہ بن جعفر اُن سے مایوس ہوگئے تو اپنے دونوں لڑکے عون اور محمد کو اُن کے

؎ مکہ سے تین یا چار میل پر ایک گاؤں ہے ۱۲

ساتھ کر دیا اور جہاد کرنے کا حکم دیا اور خود یحییٰ بن سعید کے ساتھ مکہ واپس چلے آئے۔

جب ابن زیاد کو اطلاع ملی کہ امام حسین مکہ سے روانہ ہو چکے تو اس نے سالار فوج حصین بن نمیر تمیمی کو روانہ کیا۔ حصین بن نمیر نے قادسیہ پہنچکر قادسیہ سے خفان قطقطانہ اور کوہ لعلع تک اور واقصہ سے شام اور شام سے بصرہ تک فوج جمع کر کے لوگوں کی آمد و رفت بند کر دی۔

امام حسین عراق پہنچکر ذات عرق میں ٹھہرے، پھر جب حاجر پہنچے تو وہاں سے قیس بن مسہر صیداوی کی معرفت ایک خط بھیجکر کوفیوں کو اپنے آنے کی اطلاع دی اور تیار رہنے کا حکم دیا۔ احمد بن داؤد دینوری نے لکھا ہے کہ یہ خط انہوں نے بطن رمہ سے بھیجا۔ اور قیس بن مسہر جب قادسیہ پہنچے تو حصین بن نمیر نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجا۔ ابن زیاد نے ان کو حکم دیا کہ قلعہ پر چڑھکر کذاب ابن کذاب حسین بن علی کے نام پر گالی دے۔ قیس قلعہ پر چڑھے اور کہا یہ حسین بن علیؑ اللہ کی بہترین مخلوق ہیں۔ فاطمہؓ بنت رسولؐ کے فرزند ہیں۔ میں ان کا قاصد ہوں، اور ان کو حاجر میں چھوڑ کر تمہارے پاس آیا ہوں، تم لوگ انہیں جواب دو۔ پھر ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیلئے مغفرت کی دعا مانگی، اسکے بعد ابن زیاد کے حکم سے ان کو قلعہ کی بلندی پر سے اسطرح گرا دیا گیا کہ بدن چور چور ہوگیا اور جان نکل گئی۔

کوفہ کے راستہ میں امام حسین جب عرب کے ایک چشمہ پر پہنچے تو عبد اللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی جو عراق سے آرہے تھے امام حسین کو دیکھکر ٹھہر گئے اور سلام کیا۔ اور کہا اے فرزند رسول کیوں آپ اللہ اور اپنے نانا کے حرم سے باہر نکلے۔ امام حسین نے کہا کوفیوں نے یہ یہ لکھا ہے۔ عبد اللہ بن مطیع نے کہا میں آپ کو اسلام اور قریش کی عزت کے خیال سے کہتا ہوں کہ آپ کی بے عزتی ہوگی۔ اور اگر آپ بنی امیہ کے ہاتھوں سے ان کی چیزیں لینی

جاہیں گے تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے۔ اور آپ کے قتل کرنے کے بعد ان کے دل سے ڈر نکل جائیگا۔ پھر وہ کبھی کسی سے نہ ڈریں گے۔ لیکن امام حسین نے ان کی بات بھی نہ سُنی اور آگے چلے۔
پھر امام حسین زرود پہنچے تو ایک خیمہ تنا ہوا دیکھا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ زہیر بن قین بجلی کا ہے، جو عثمانی تھے اور حج کر کے مکہ سے آرہے تھے، امام حسین نے ان کو بھی اپنے نزدیک بلایا۔ مگر انہوں نے مشقت کا خیال کر کے جواب دے دیا۔ پھر جب وہ ان کے نزدیک سے واپس ہونے لگے اور امام حسین کا چہرہ چمکا تو اپنا سارا سامان امام حسین کے سامان کے پاس لے گئے۔ اور امام حسین کے خیمہ سے متصل اپنا خیمہ گاڑا۔ اور اپنے ساتھیوں کو کہا جس کی خواہش ہو میرے ساتھ رہے، اور جسکی خواہش نہ ہو تو اُس سے یہ آخری ملاقات ہے۔ اور اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ اور کہا اپنے گھر چلی جاییں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تجھکو کوئی تکلیف پہنچے۔ پھر برابر امام حسین کا ساتھ دیا یہاں تک کہ شہادت پائی۔
امام حسین کو مسلم بن عقیل کے شہید ہونے کی خبر ثعلبیہ میں معلوم ہوئی۔ ابوالفرج اصبہانی نے واقعہ یوں لکھا ہے کہ امام حسین کو بنی اسد کے دو دیہاتی سے ملاقات ہوئی، امام حسین نے ان سے پوچھا تو ان دونوں نے کہا اے فرزند رسولؐ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں، مگر تلواریں آپ کی مخالف ہیں۔ آپ واپس ہو جائیں اور ابن عقیل کے قتل ہونے کی بھی خبر دی۔ اور ابن کثیر نے ابو مخنف سے سنا اور ابو مخنف نے عبداللہ بن سلیمان اسدی اور عذری بن مشمعل اسدی سے سنا۔ عبداللہ اور عذری یہ دو شخص وہ ہیں جو حج کر کے پیچھے سے امام حسین کے پاس پہنچے تھے۔ ان دونوں نے کہا کہ امام حسین کو ایک آدمی سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے چاہا کہ اس سے کچھ دریافت کریں مگر پھر نہ دریافت کیا تو ہم لوگ اسکے پاس آئے۔ اور پوچھا تو اُس نے قسم کھا کے کہا کہ میں کوفہ سے اُس وقت چلا جب مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ شہید ہو چکے تھے۔ میں نے دیکھا کہ پیر پکڑ کر ان دونوں کو بازار میں کھینچا جا رہا تھا۔

عبداللہ اور عذری نے کہا کہ اسکے بعد ہملوگ امام حسین سے ملے اور ان کو اس خبر سے مطلع کیا۔ تو انھوں نے چند بار انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور ان کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ آپ کو خدا کی قسم آپ یہیں سے واپس ہوں کوفہ میں آپ کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں آپ کی جان کا خوف معلوم ہوتا ہے لیکن بنی عقیل نے کہا کہ خدا کی قسم ہملوگ واپس نہ ہونگے جب تک کہ خون کا بدلہ نہ وصول کرلیں۔ یا مسلم بن عقیل کی طرح ہملوگ بھی شہید نہ ہو جائیں۔ امام حسین نے کہا ان لوگوں کی شہادت کے بعد زندہ رہنا بیکار ہے۔ اور کسی نے یہ بھی کہا کہ آپ میں اور مسلم بن عقیل میں فرق ہے۔ اگر آپ کوفہ میں قدم رکھینگے تو لوگ آپ کی طرف دوڑینگے۔

اسکے بعد امام حسین جب ثعلبیہ سے رخصت ہوئے تو جس چشمہ پر پہنچتے وہاں کے لوگ آپ کے ساتھ ہو جاتے۔ اور اس طرح آپ زبالہ پہنچے اور وہاں آپ کو آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کے قتل ہونے کی خبر ملی جن کو مسلم بن عقیل کے پاس درمیان راہ سے ان کے قتل ہونے کی عدم واقفیت میں بھیجا تھا۔ عبداللہ بن یقطر کے قتل ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ حصین بن نمیر کے سپاہیوں نے ان کو گرفتار کر کے قادسیہ سے ابن زیاد کے پاس بھیجا۔ ابن زیاد نے ان کو کہا کہ قلعہ پر چڑھکر کذاب ابن کذاب حسین بن علی کے نام پر لعنت کر پھر اتر تاکہ تیرے قتل کرنے کے متعلق غور کروں، مگر عبداللہ بن یقطر نے قلعہ پر چڑھکر امام حسین کی آمد سے لوگو کو مطلع کیا اور ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی، پھر تو ان کو قلعہ کی بلندی سے اس طرح گرایا گیا کہ ان کی ہڈیاں پاش پاش ہوگئیں۔ اور کچھ روح باقی تھی کہ ایک شخص عبدالمومن بن عمیر لخمی نے پہنچکر انہیں ذبح کر ڈالا جس کے سبب سے لوگوں نے اسکو بدنام بھی کیا۔ لیکن اس نے کہا کہ میں نے اسکو آرام پہنچانے کیلئے ایسا کیا اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ذبح کرنے والا عبدالمومن بن عمیر لخمی نہ تھا۔

اور زبالہ ہی میں محمد بن اشعث اور عمر بن سعد کے بھیجے ہوئے دو آدمی امام حسین سے ملے اور خط دیا اور مسلم بن عقیل کا سانحہ قتل اور بیعت کرنے کے بعد کوفیوں کی غداری کا قصہ سنایا اُسوقت امام حسین کو صحت واقعہ کا یقین ہوا اور مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کے قتل کی خبر سنکر خوفزدہ ہوئے اور فرمایا جو کچھ مقدر میں ہے ہوکر رہیگا اور اللہ ہی کے سامنے ہم اپنے کو اور اپنی امت کی غداری کو پیش کریں گے۔

پھر جب امام حسین کو مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کے قتل ہونیکی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے لوگوں کو اس سے باخبر کیا اور کہا کہ ہمارے شیعہ نے ہمیں دھوکا دیا ہم اجازت دیتے ہیں کہ جو شخص ہمارے پاس سے واپس ہونا چاہے واپس ہوسکتا ہے ہمارا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ چنانچہ بہتیرے آدمی اِدھر اُدھر چلے گئے صرف وہ لوگ رہ گئے جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔ اور تھوڑے سے وہ لوگ جو پیچھے سے آپ کے شامل ہوگئے تھے اور امام حسین نے ایسا اسلئے کہا کہ وہ یہ جانتے تھے کہ ساتھ آنیوالے یہ سمجھکر ساتھ آئے ہیں کہ جس جگہ آپ جارہے ہیں وہاں کے لوگ آپ کے مطیع ہیں اسلئے آپ نے یہ کہدیا تاکہ وہی شخص ساتھ دے جو آپ کا ہمدرد ہو اور آپکے ساتھ مرنا گوارا کرے۔

پھر جب زبالہ کے بعد بطن عقبہ میں ٹھہرے تو وہاں بنی عکرمہ کے ایک آدمی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے سلام کیا اور خبر دی کہ ابن زیاد نے آپ کے انتظار میں قادسیہ سے عذیب تک فوج بٹھادی ہے اور چند بدوؤں سے ملے تو ان لوگوں نے کہا کہ لوگوں کی آمد و رفت بند ہے۔ اسکے بعد بطن عقبہ سے چلے تو شراف[۱] پہنچے پھر وہاں سے بھی کوچ کیا۔

---

[۱] شراف سے واقصہ تک ۱۰ میل کی مسافت ہے ۱۲

ابن زیاد کا پہلا لشکر

امام حسین شراف سے چلے تو گرمی کا زمانہ تھا جاتے جاتے جب دوپہر ہوگئی اور گرمی کی شدت بڑھی تو فریق کے سپاہ نظر آئے۔ امام حسین نے کہا کیا یہاں پر کوئی جائے پناہ یا کوئی گڑھ ہے جو ہماری پشت پر ہو، اور فریق ہمارے سامنے پڑے۔ زہیر بن قین نے کہا ہاں یہ کوہ ذی حسم آپ کے پہلو میں ہے، بائیں جانب سے وہاں چلیں بشرطیکہ فریق سے پہلے پہنچکر اس جگہ پر قبضہ کیا جائے۔ پس جونہی یہ لوگ چلے تھے کہ فریق کے لوگ بھی مڑے۔ مگر امام حسین نے فریق کے لوگوں سے پہلے اس جگہ پہنچکر پڑاؤ ڈالدیا۔ اور گڑھ کو اپنی پشت پر کیا۔ اور حکم دیا کہ خیمے نصب کئے جائیں۔ اور جبکہ شروع دوپہر تھی فریق کے ایک ہزار سپاہ حر بن یزید تمیمی یربوعی کی سرکردگی میں آئے اور امام حسین کے پڑاؤ کے آمنے سامنے ڈیرا ڈالا۔ یہ ابن زیاد کی پہلی فوج تھی۔ امام حسین اور اُن کے رفقا سر پر عمامہ باندھے اور گردنوں میں تلواریں لٹکائے تھے۔ امام حسین نے اپنے جوانوں کو کہا کہ حر کے ساتھیوں اور گھوڑوں کو پانی پلادو چنانچہ وہ سب پانی پلانے لگے اسطرح کہ کٹھالیوں اور طشتوں کو پانی سے بھر کر گھوڑوں کے پاس لائے اور یکے بعد دیگرے تین تین یا چار چار یا پانچ پانچ کر کے پلاتے اور اسی طرح سب کو پلایا۔

حر بن یزید قادسیہ سے آیا تھا اسکو حصین بن نمیر نے بھیجا تھا۔ حر اور اسکے ساتھی اور گھوڑے جب پانی پیکر سیراب ہو چکے تو وہ اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامکے ان کے سایوں میں بیٹھے۔

اسکے بعد جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو امام حسین نے اپنے موذن حجاج بن مسروق جعفی کو اذان دینے کا حکم دیا۔ اور اس نے اذان دی اور امام حسین لنگی چادر اور جوتا

پہنکے نکلے اور اپنے اور فریق کے لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی۔ کہ لوگو! میں نے تمہارے یہاں آنے کا اُس وقت عزم کیا کہ تمہارے بہتیرے خطوط اور آدمی میرے پاس یہ پیام لیکر پہنچے کہ آپ ہمارے یہاں آئیں۔ ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ امید ہے کہ آپ کے آنے سے اللہ تعالیٰ ہمکو حق اور ہدایت کی راہ پر جمع کرے گا۔ اسلئے میں تمہارے یہاں آیا۔ اب اگر تم مجھے اپنے سچے وعدوں سے یقین دلاؤ تو میں تمہاری بستی میں آؤں۔ اور اگر میرا آنا تمہیں ناپسند ہو تو کہو جہاں سے میں آیا ہوں وہیں لوٹ جاؤں، یہ سُنکر سب خاموش رہے اور کوئی بھی کچھ نہ بولا۔ اسکے بعد امام حسین نے موذن کو کہا کہ نماز کی اقامت کہو موذن نے اقامت کہی اور امام حسین نے حر بن یزید سے پوچھا کیا تو اپنے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرے گا۔ اور میں اپنے لوگوں کے ساتھ، حُر نے کہا نہیں ہم سب لوگ ملکر آپ کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ چنانچہ امام حسین ہی کے پیچھے دونو فریق نے نماز ادا کی۔ اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے خیمہ میں آئے۔ اور آپ کے اصحاب بھی جمع ہوئے۔ اور حر بن یزید اپنی جگہ پر چلا گیا۔

پھر نماز عصر کا وقت ہوا تو موذن نے اذان دی، اقامت کہی اور ہر دو فریق نے ایک ساتھ امام حسین کے پیچھے نماز ادا کی۔ امام حسین نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا لوگو! اگر تمہیں اللہ کا ڈر ہے اور حقدار کا حق پہچانتے ہو تو یہ سمجھ لو کہ میری یہ زمین اللہ کی ہے۔ اور ہم اہل بیت ان ناحق دعوی کرنے والوں اور ظلم و تعدی کے روا رکھنے والوں سے اس زمین کے زیادہ مستحق ہیں۔ اگر تم ہمیں نہیں چاہتے اور ہمارا حق نہیں پہچانتے اور تمہاری رائے میں وہ بات نہیں ہے جو تم نے خطوں میں لکھا اور جو تمہارے آدمیوں نے کہا تو میں تمہارے پاس سے واپس ہو جاؤں گا۔ حر نے کہا خدا کی قسم مجھے ان خطوں اور آدمیوں کا حال نہیں معلوم امام حسین نے دو تھیلے نکالے جو خطوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اور ان کل خطوں کو حر اور اُسکے

سپاہیوں کے سامنے پھیلا دیا، خطوں کو دیکھکر حر نے کہا خط لکھنے والوں میں ہمارا نام تو نہیں ہے۔ ہم جو آئے ہیں وہ صرف اسلئے کہ ہم سے کہا گیا ہے کہ ہم آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس کوفہ لیجائیں۔ امام حسین نے کہا کہ اس سے تو مجھے مرجانا بہتر ہے۔ پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ حجاز واپس چلیں۔ حُر نے واپس ہونے سے آپ کو روکا۔ امام حسین نے کہا تیرا کیا منشا ہے۔ حُر نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ کو امیر عبید اللہ بن زیاد کے یہاں لے چلوں۔ امام حسین نے کہا میں تیری بات نہیں مان سکتا۔ حر نے کہا میں آپ کو چھوڑ نہیں سکتا۔ اسی طرح دونوں میں حجت ہونے لگی اور جھگڑا بڑھا۔ تو حر نے کہا مجھے یہ نہیں کہا گیا ہے کہ میں آپ سے لڑوں، مجھکو تو صرف یہ حکم ملا ہے کہ میں آپ کو کوفہ پہنچاؤں اور نہیں تو آپ کوئی ایسی راہ چلیں کہ جس سے آپ نہ حجاز واپس ہوسکیں اور نہ کوفہ پہنچیں۔ اور جب تک میں عبید اللہ کو خط لکھتا ہوں، شاید اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت پیدا کرے جس سے مجھے سہولت ہو اور میں آپ کے معاملہ میں نہ پڑوں۔

اسکے بعد امام حسین نے بائیں جانب میں عذیب کا راستہ پکڑا اور حُر بن یزید بھی ساتھ ساتھ چلا۔ احمد بن داؤد دینوری نے لکھا ہے کہ عذیب وہاں سے ۳۸ میل ہے۔

امام حسین نے پھر لوگوں کو وعظ کہا کہ اے قوم! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جس نے کسی ایسے امیر کو دیکھا جو ظالم ہو، اللہ کی حرمتوں کو حلال سمجھتا ہو، عہد خداوندی کو توڑتا ہو۔ سنت رسول کا مخالف ہو۔ اور اللہ کے بندوں پر ظلم و تعدی کرتا ہو، اور پھر بھی اسنے اپنے قول و فعل سے ایسے امیر کی اصلاح نہ کی تو اللہ تعالیٰ کو یہ حق ہے، کہ ایسے آدمی کو اس ظالم امیر کے ساتھ جہنم میں داخل کرے۔ سنو! یہ لوگ شیطان کے پرستار ہیں، اُنھوں نے اللہ کی بندگی چھوڑ دی ہے۔ فساد برپا کر رکھا ہے۔ احکام خداوندی کو ترک کر دیا ہے۔ یہ لوگ غنیمت کا مال خود اپنے تصرف میں لاتے ہیں، اللہ نے جس

چیز کو حرام کیا وہ ان کے نزدیک حلال ہے۔ اور جس شئ کو حلال کیا وہ حرام ہے اور
دوسروں پر مجھکو زیادہ حق حاصل ہے۔ مجھے تمہارے خطوں اور آدمیوں سے تمہاری
بیعت کی خبر معلوم ہو چکی ہے اور یہ کہ تم میرے ساتھ غداری اور دغابازی نہ کروگے۔
پس اگر تم نے اپنی بیعت کو قائم رکھا تو تم نے راہ ہدایت پائی۔ میں حسینؑ ہوں علیؑ اور
فاطمہ رضؓ کا بیٹا ہوں اور فاطمہ رضؓ رسول اللہ صلعم کی بیٹی تھیں۔ میری جان تمہاری جان ہے۔
ہمارے لوگ تمہارے لوگ ہیں۔ تمہیں ہماری پیروی کرنی چاہیئے۔ اور اگر تم نے یہ نہ کرکے
ہمارے عہد کو توڑا اور میری بیعت کی بے وقعتی کی تو یہ تمہارے لئے کوئی دشوار کام نہیں
ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک آدمی کو تم نے فریب میں ڈالا لیکن یاد رکھو کہ تم نے خود
اپنا حصہ کھویا اور اپنی قسمت خراب کی۔ جو کوئی عہد شکنی کرتا ہے اس کا وبال خود
اُسی پر نازل ہوتا ہے۔ اور جلد ہی اللہ تعالیٰ مجھکو تم سے نجات دے گا۔

حر نے کہا میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر آپ لڑیں گے تو قتل ہو جائیں گے۔ امام حسینؑ
نے کہا کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ اگر تم نے مجھے مار ڈالا تو کیا تم موت سے بچ
جاؤ گے؟ اور اس موقع پر میں بھی وہی بات کہنی چاہتا ہوں جو اوس کے بھائی نے اپنے
چچازاد بھائی کو کہا تھا۔ وہ یہ کہ اوس کے بھائی نے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی
مدد کرنا چاہا تو اُسکے چچازاد بھائی نے اُسکو ڈرایا اور کہا کہ تو جہاں بھی جائیگا ہلاک ہوگا۔
اس کے جواب میں اوس کے بھائی نے کہا۔

سَامْضِیْ وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَی الْفَتیٰ ۔۔۔ اِذَا مَا نَوٰی خَیْرًا وَ جَاہَدَ مُسْلِمًا

میں مر جاؤں گا اور مرنا آدمی کیلئے کوئی شرم نہیں جبکہ نیت خیر ہو۔ اور مسلمان ہو کر
لڑا ہو۔

وَآسَی الرِّجَالَ الصَّالِحِیْنَ بِنَفْسِہٖ ۔۔۔ وَخَالَفَ مَثْبُوْرًا وَفَارَقَ مُجْرِمًا

اور نیک آدمیوں کا دوست ظالم وملعون کا دشمن اور ہر شریر آدمی سے علیحدہ ہو۔

فان عشت لم اندم وان مت لم الم کفی بک ذلاً ان تعیش وترغما

پھر اگر میں زندہ رہا تو کوئی ندامت نہیں، اور مرا تو کچھ ملامت نہیں، اور تیرا ذلیل ہو کر زندہ رہنا یہ تیرے لئے بڑی ذلت کا سامنا ہے۔

یہ سنکر حر بن یزید امام حسین کے نزدیک سے ہٹ گیا اور ایک کنارے سے اپنے لشکر کو لے چلا اور پھر سب لوگ عذیب الہجانات کے چشمہ پر پہنچے۔ عذیب الہجانات اس لئے نام پڑا کہ ہجان اچھے اور نفیس اونٹوں کو کہتے ہیں۔ اور چشمہ عذیب نعمان کے اونٹوں کی چراگاہ تھا۔ جب لوگ اس چشمہ پر پہنچے تو دیکھا کہ چار آدمی اپنی سواریوں پر سوار کوفہ سے چلے آرہے ہیں۔ اور ان کی بغل میں نافع بن ہلال کا گھوڑا ہے۔ اور ان کے ساتھ طرماح بن عدی اُن کا رہبر بھی ہے۔ جب یہ لوگ امام حسین کے پاس پہنچے تو حر نے پہنچکر کہا یہ لوگ کوفہ کے ہیں مجھے اختیار ہے کہ میں انھیں روکوں یا واپس کر دوں، امام حسین نے کہا جس طرح میں رکا ہوا ہوں، اسی طرح میں انہیں بھی روکوں گا۔ یہ لوگ میرے مددگار ہیں۔ اور ان لوگوں کی طرح ہیں جو میرے ساتھ آئے ہیں، اور اگر تو اپنے عہد پر قائم نہ رہا جو مجھ میں اور تجھ میں ہوا ہے۔ تو میں تجھ سے لڑونگا۔ اس لئے حر نے پھر کوئی تعرض نہ کیا۔ اسکے بعد امام حسین نے اُن سے کوفہ والوں کی حالت دریافت کی۔ تو ان ہی سے ایک شخص مجمع بن عبید اللہ عامری بولے، بڑے لوگوں کو خوب رشوتیں دی گئی ہیں اور مال و دولت سے ان کو بھر دیا گیا ہے۔ اسلئے وہ تو سبھی آپ کے خلاف ہیں اور آپ پر سخت سے سخت ظلم ڈھانے کو تیار ہیں۔ لیکن اور لوگ تو ان کے دل آپ کی طرف مائل ہیں اور کل کے دن انکی تلواریں آپ پر اُٹھیں گی۔ اور قیس بن مسہر کے بارے میں پوچھا تو کہا کہ وہ تو قتل کر دیئے گئے اور

ان کا سارا قصہ سنایا۔ جسکو سنکر آپ کی آنکھیں آنسو سے بھر گئیں۔ اور یہ آیت پڑھی۔
فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ — ان میں سے کچھ تو شہید ہو چکے اور کچھ شہادت
يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ پ۲۱-۱۹ — کے انتظار میں ہیں اور ان میں سے کسی نے عہد شکنی نہ کی۔
اور آپ نے دعا کی کہ اے اللہ ان کو اور ہمیں جنت دے اور ہم سبھوں کو اپنی جائے
رحمت میں اور اپنے ثواب کے ان دیکھے ڈھیر میں اکٹھا کر۔ پھر طرماح بن عدی نے کہا کہ
آپ کے ساتھ ساتھ فریق کے جتنے آدمی ہیں یہ تو کچھ زیادہ نہیں ہیں۔ اور اس پر بھی میں
دیکھتا ہوں کہ اگر یہی لوگ آپ سے لڑیں تو آپ پر وہ کافی ہوں۔ میں نے تو خروج
کوفہ سے ایک دن پہلے کوفہ کے اندر اور باہر اتنے آدمیوں کو دیکھا ہے کہ اتنا تو
میری آنکھوں نے کہیں دیکھا ہی نہیں۔ اور وہ سب آپ کے پاس آنے والے ہیں۔
میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو آپ یہاں سے ایک بالشت بھی قدم
آگے نہ بڑھائیں۔ اور اگر آپ چاہیں کہ کسی بستی میں ٹھہریں جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو
محفوظ رکھے تو چلیں میں آپ کو کوہ اجا میں اتاروں۔ خدا کی قسم یہ وہ پہاڑ ہے جہاں
ہملوگ شاہان غسان حمیر نعمان بن منذر اور احمر وابیض کے حملوں سے بچے ہیں۔
میں ساتھ چلکر آپ کو وہاں ٹھہراؤں گا اور وہاں سے آپ قبیلہ طے کو بلائیں جو اجا۔
اور سلمی میں رہتے ہیں۔ دس دن بھی نہ گذریں گے کہ طے پا پیادہ اور سوار آپ کے پاس پہنچنے لگے
پھر آپ جتنا چاہیں ٹھہریں۔ اسکے بعد اگر آپ کو کوئی جنگ پیش آئے تو میں ذمہ دار ہوں۔
کہ بیس ہزار طے آپ کی طرف سے اپنی تلواروں سے لڑیں گے۔ امام حسین نے فرمایا
اللہ تیرا اور تیری قوم کا بھلا کرے۔ ہم میں اور ہمارے فریق میں معاہدہ ہو چکا ہے۔
اس بنا پر مجھے واپس ہونے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ آئندہ ہم دونوں کے

---

۵ اجا اور سلمی یہ دونوں پہاڑ ہیں ۱۲

در میان کیا کیا واقعات پیش آئیں گے۔ پھر آپ نے اس کو رخصت کیا اور وہ یہ وعدہ کر کے گیا کہ غلہ کو گھر پہنچا کر آپ کی مدد کو حاضر ہوں گا۔ چنانچہ گھر سے جب آیا اور عذیب الہجانات پر پہنچا تو اسکو آپ کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی اسلئے پھر اپنے گھر لوٹ گیا۔

امام حسین عذیب الہجانات سے چلے تو قلعہ بنی مقاتل میں پہنچے جہاں دونوں فریق ایک دوسرے سے اتنے فاصلہ پر ٹھہرے جتنا کہ ایک تیر پھینکا جا سکتا ہے۔ اور امام حسین نے ایک خیمہ تنا ہوا دیکھا تو پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے۔ معلوم ہوا کہ عبید اللہ بن حر جعفی کا ہے۔ کہا اسکو میرے پاس بلا لاؤ آدمی اسکے پاس آیا تو اسکو عبید اللہ بن حر جعفی نے کہا میں کوفہ سے اسوقت روانہ ہوا جب میں نے دیکھا کہ وہاں بہت سے لوگ امام حسین سے جنگ کیلئے تیار ہیں۔ اور ان کے شیعہ غداری پر آمادہ ہیں۔ اور یہ ناپسند کر کے کہ امام حسین وہاں آئیں اور میں وہاں موجود رہکر شرکتِ جنگ سے کنارہ کش رہوں۔ آدمی نے ان باتوں سے امام حسین کو مطلع کیا تو امام حسین خود اسکے پاس آئے، اسکو سلام کیا اور اپنی مدد کو بلایا۔ عبید اللہ نے کہا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ جو کوئی آپ کا ساتھ دیگا اسکو آخرت کی سعادت حاصل ہوگی۔ لیکن آپ کو اس مصیبت سے بچانا میرے بس کی بات نہیں۔ امام حسین نے کہا اگر تو ہماری مدد نہیں کرتا تو ہم سے جنگ کرنے سے احتراز کر۔ عبید اللہ بن حر نے کہا آپ سے جنگ کرنا یہ تو مجھ سے قیامت تک نہیں ہو سکتا۔

جب رات آخر ہوئی تو امام حسین نے کوچ کرنے کا حکم دیا اور قلعہ بنی مقاتل سے چلے اور صبح کے وقت سواری سے اُتر کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز ادا کی پھر سوار ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو بائیں جانب لے چلے۔ اور جب کبھی کسی صحرا کی طرف مڑنا چاہتے تو حر بن یزید انہیں روکتا اور کوفہ کی طرف لے جاتا۔ اس طرح امام حسین نے نینوی میں پہنچکر

۵ یہ عین التمر اور شام کے درمیان واقع ہے ۱۲

اقامت کی۔

ابھی نینوی ہی میں تھے کہ دیکھا کہ ایک آدمی مونڈھے پر کمان رکھے ہتھیار بند عمدہ اونٹ پر سوار چلا آتا ہے۔ سب لوگ اسکو دیکھنے لگے جب نزدیک آیا تو امام حسین کو سلام نہ کرکے حر اور اُس کے سپاہیوں کو سلام کیا۔ اور حر کو ابن زیاد کا ایک خط دیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ جس وقت میرا خط تجھکو ملے اور میرا آدمی تیرے پاس پہنچے حسین کا محاصرہ کرکے اُسکی زمین تنگ کردے۔ اور اُسکو ایسی جگہ میں ٹھہرا جہاں نہ کوئی جائے پناہ ہو، اور نہ پانی ہو، اور میں نے اپنے آدمی کو کہدیا ہے کہ وہ برابر تیرے شامل رہے اور تجھ سے الگ نہ ہو تاکہ مجھے کہے کہ تو نے میرے حکم کو جاری کیا۔ خط پڑھکر حر نے کہا یہ امیر عبید اللہ کا خط ہے اس میں اس نے مجھے لکھا ہے کہ جس جگہ میں اس کا خط پاؤں آپ کا محاصرہ کروں، اور جس آدمی کو اس نے میرے پاس بھیجا ہے اُسکو یہ حکم دیا ہے کہ وہ مجھ سے جدا نہ ہو تاکہ میں اس کا حکم جاری کروں اور اسکے بعد حر نے انہیں کہا کہ کسی ایسے مقام پر ٹھہریں جہاں نہ پانی ہو نہ آبادی۔ اس پر امام حسین کے لوگوں نے کہا کہ ایسی حالت میں نینوی ہی میں رہنا بہتر ہے۔ یا غاضریہ یا شفیہ میں ٹھہریں۔ حر نے کہا میں یہ اجازت نہیں دے سکتا یہ آدمی مجھ پر نگراں مقرر کیا گیا ہے۔ زہیر بن قین نے امام حسین سے کہا اے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم موجودہ حالت کے بعد جو حالت بھی پیش آئیگی سخت ترین ہوگی۔ ان لوگوں لڑنا ہمیں ان لوگوں کے اعتبار سے زیادہ آسان ہے۔ جو ان کے بعد ہمارے سامنے آئینگے ان کے بعد ہمیں وہ حالت پیش آئیگی جس کا ہم مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ آئیے ہم ان لوگوں سے سے لڑیں۔ امام حسین نے کہا میں یہ نہیں چاہتا کہ میں خود لڑائی کی ابتدا کروں، زہیر بن قین نے کہا اچھا تو ہم لوگ اس بستی میں چلکر پناہ گزیں ہوں وہ محفوظ بھی ہے اور فرات کے ساحل پر واقع ہے۔ اور اگر ہمیں اس سے روکا جائے تو ہم ان سے لڑیں۔ امام حسین نے پوچھا

وہ کون بستی ہے۔ زہیر نے کہا اس بستی کا نام عقر ہے۔ امام حسین نے کہا اے اللہ میں عقر سے یعنی لاولد ہونے سے پناہ مانگتا ہوں' پھر تھوڑا آگے بڑھے اور حر بھی بڑھا' اور جب فرات کے قریب مقام کربلا میں پہنچے تو حر اور اسکے سپاہیوں نے امام حسین کو آگے بڑھنے سے روکدیا۔ اور امام حسین مقام کربلا میں ٹھہر گئے۔ احمد بن داؤد دینوری نے صفحہ ۲۵۱ میں لکھا ہے کہ امام حسین جس دن کربلا میں اترے یکم محرم روز چہارشنبہ ۶۱ھ تھا۔ اور ابن جریر طبری نے صفحہ ۲۳۲ جلد ۶ میں' اور ابن اثیر نے صفحہ ۲۳ جلد ۴ میں ۲ محرم روز پنجشنبہ ۶۱ھ لکھا ہے۔

عمر بن سعد کی سرکردگی میں فوج کی آمد

امام حسین کو کربلا میں ٹھہرے ہوئے دوسرا روز تھا کہ عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفہ سے چار ہزار سپاہیوں کی ایک فوج لیکر پہنچا۔ عبیداللہ بن زیاد نے اسکو چار ہزار سواروں کے ساتھ دستبی کی طرف بھیجا تھا جس پر دیلم خروج کرکے قابض ہوگئے تھے اور اسکو رے کی گورنری کا فرمان بھی لکھدیا تھا۔ اور وہ کوفہ سے باہر ڈیرہ ڈالے ہوئے تھا۔ مگر جب امام حسین کا معاملہ پیش آیا تو ابن زیاد نے عمر بن سعد کو بلایا اور کہا کہ حسین کے مقابلہ کو جا اس کے طے ہو جانے کے بعد اس مہم پر جانا عمرو بن سعد نے اس سے معافی چاہی تو ابن زیاد نے کہا ہاں مگر اس شرط پر کہ اسکے ساتھ ہمارا فرمان بھی واپس کر۔ عمر بن سعد نے کہا آج دن بھر کی مہلت دیجائے تاکہ میں اس پر غور کروں چنانچہ اسکے بعد اس نے اپنے ہمدردوں سے مشورہ کیا تو سب نے اسکو منع کیا اور اسکے بھانجہ حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے کہا ماموں! خدا کی قسم آپ امام حسین سے لڑنے کو نہ جائیں۔

ے یہ ہمدان میں ہے جو کہ دیلم کا ملک ہے ۱۲

گنہگار رہوں گے، قطع رحم ہوگا خدا کی قسم اگر آپ کو دنیا دنیا کی دولت اور زمین کی سلطنت بھی ملجائے تو ان سب کا خیرباد کر دینا اللہ تعالیٰ کے یہاں امام حسین کا خون لیکر جانے سے بہتر ہے۔ عمر بن سعد نے کہا اچھا میں نہ جاؤں گا۔ اور رات کے وقت سویا تو اس بات پر غور کرنے لگا پھر کسی نے سُنا کہ وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

أأترك ملك الري والري رغبتي   أم أرجع مذموماً بقتل حسين

کیا میں رے کی حکومت چھوڑوں جبکہ میں اس کا خواہاں ہوں، یا امام حسین کو قتل کرکے برا کہلاؤں۔

وفي قتله النار التي ليس دونها   حجاب وملك الري قرة عيني

امام حسین کے قتل کرنے کا بدلہ وہ آگ ہے جس کے آگے کوئی روک نہیں ہے، اور رے کی حکومت میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔

اس کے بعد عمر بن سعد آیا اور عبید اللہ بن زیاد سے کہا کہ جو کام تو نے میرے سپرد کیا ہے اس سے لوگ واقف ہو چکے ہیں، اگر تیری رائے ہو تو یہی کام میرے ذمہ رہنے دے، اور امام حسین کے مقابلہ کیلئے کوفہ کے دوسرے امیروں کو بھیج جن کو لڑائی کے وقت میری حاجت نہو۔ اور کئی آدمیوں کا نام لیا۔ ابن زیاد نے کہا، جن لوگوں کو میں بھیجوں گا ان کے بارے میں تجھ سے میں مشورہ نہیں چاہتا۔ اگر تجھے منظور ہے تو میری فوج لیکر حسین کے مقابلہ کو جا۔ اور اگر منظور نہیں ہے تو ہمارا فرمان واپس کر۔ عمر بن سعد نے کہا اچھا میں جاتا ہوں، پھر اس فوج کے ساتھ جو رے اور دستبی بھیجی گئی تھی امام حسین

؎ احمد بن داؤد دینوری نے لکھا ہے کہ ابن زیاد لوگوں کو امام حسین سے لڑنے کیلئے بھیجتا تو چونکہ امام حسین سے لوگوں کو لڑنا گوارہ نہ تھا اسلئے حالت یہ ہوتی کہ کربلا پہنچتے پہنچتے صرف تھوڑے سے لوگ رہجاتے اور باقی سب لوگ ایک ایک دو دو کرکے کوفہ لوٹ آتے۔ جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ لوگ لوٹ آتے ہیں تو اس نے

کے مقابلہ کو پہنچا اور حُر بن یزید بھی اپنے سپاہیوں کو لیکر اس کے شامل ہو گیا اور عمر بن سعد نے عروہ بن قیس احمسی کو حکم دیا کہ وہ امام حسین سے یہ دریافت کرے کہ وہ کس مقصد سے آئے ہیں، مگر چونکہ عروہ نے امام حسین کو خط لکھکر بلایا تھا اسلئے شرم سے ان کے سامنے نہ گیا، پھر اور امیروں کو کہا جنھوں نے امام حسین کو خط لکھے تھے تو اُنھوں نے بھی انکار کیا، آخر کثیر بن عبداللہ شعبی جو ایک آوارہ شخص تھا جانے کو تیار ہوا اور کہا میں جاتا ہوں، اور اگر حکم ہو تو یکایک اُسکو قتل کر ڈالوں، عمر بن سعد نے کہا میں امام حسین کو قتل کرنے نہیں کہتا، میں یہ کہتا ہوں کہ تو ان سے دریافت کر کہ وہ کس لیے آئے ہیں۔ پھر کثیر ان کے سامنے آیا ہی تھا کہ امام حسین کی طرف سے ابو ثمامہ صائدی کھڑے ہو گئے اور کہا کہ تلوار رکھ دے۔ کثیر نے تلوار رکھنے سے انکار کیا۔ تو پوچھا کہ بتا کس لیے آیا ہے، تاکہ میں انھیں خبر کروں، اسکے بعد دونوں میں گالی گلوج شروع ہوئی پھر کثیر بن عبداللہ واپس ہوا۔ اور عمر بن سعد کو اس واقعہ کی خبر دی۔ تو عمر بن سعد نے قرہ بن سفیان حنظلی کو بھیجا۔ اس نے امام حسین سے دریافت کیا کہ کس لئے آپ آئے ہیں، امام حسین نے کہا کہ تمہاری بستی کے لوگوں نے مجھے خط لکھکر بلایا تھا، لیکن اب جبکہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ لوگ مجھکو نہیں چاہتے ہیں۔ تو میں مکہ واپس جانا چاہتا ہوں، عمر بن سعد نے ابن زیاد کو ایک خط لکھکر اس حالت کی اطلاع دی۔ ابن زیاد نے خط پڑھکر کہا۔

اَلْاٰنَ اِذْ عَلِقَتْ مَخَالِبُنَا بِہٖ ۔۔۔ یَرْجُو النَّجَاۃَ وَلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ

اب جبکہ ہمارے چنگلوں میں گرفتار ہو چکا اور نجات کا وقت چلا گیا تو رہائی کی امید رکھتا ہے۔

سوید بن عبدالرحمٰن منقری کو چند کوفی سواروں کے ساتھ کوفہ کے گرد پہرہ دینے کا حکم دیا تاکہ جو کوئی واپس ہو اسکو پکڑ لائے۔ چنانچہ اس نے شام کے ایک آدمی کو پکڑا جو طلب میراث کیلئے کوفہ آرہا تھا۔ اور اسکو ابن زیاد کے پاس بھیجا۔ ابن زیاد نے اُسکی گردن ماردی۔ یہ واقعہ دیکھکر لوگ سہم گئے۔ پھر کوئی جانیوالا واپس نہ ہوا۔ ۱۲

پھر عمر بن سعد کو لکھا کہ حسین کو یزید کی بیعت کرنے پر آمادہ کرا در بیعت کرنے کے بعد ہماری جو رائے ہو، اور حسین اور اسکے ساتھیوں کا پانی بند کر دے جس طرح کہ امیر المومنین عثمان بن عفان کا پانی بند کیا گیا تھا۔ عمر بن سعد نے یہ خط پا کر پانسو سواروں کے ساتھ عمرو بن حجاج کو بھیجا جس نے پانی کا راستہ بند کر دیا۔ اور امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو ایک قطرہ پانی نہ پینے دیا۔ یہ واقعہ امام حسین کی شہادت سے تین دن پیشتر کا ہے۔

اور عبداللہ بن ابی الحصین ازدی نے جو قبیلہ بجیلہ میں شمار کیا جاتا تھا آواز دی حسین! تو پانی کی طرف کیا دیکھتا ہے، خدا کی قسم تم لوگ اس میں سے ایک قطرہ پانی نہیں پی سکتے۔ اور پیاس سے مر جاؤ گے، جب امام حسین اور ان کے ساتھیوں پر پیاس کا غلبہ ہوا تو امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباس بن علی کو کہا کہ پانی لاؤ۔ وہ تیس مشک بردار پیادوں اور بیس سواروں کو لے کر چلے۔ اور جب پانی سے قریب ہوئے تو فریق کے لوگوں نے مزاحمت کی اور لڑائی ہوئی مگر انھوں نے پانی سے مشکیں بھر لیں پھر واپس ہوئے۔

اسکے بعد امام حسین نے عمر بن سعد کے پاس عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کو بھیجکر خبر دی کہ آج رات دونوں فوجوں کی درمیانی جگہ میں مجھ سے ملو، چنانچہ جب رات ہوئی تو عمر بن سعد ان کے پاس گیا اور دونوں نے ایک جگہ اکٹھا ہو کر دیر تک راز و نیاز کی باتیں کیں۔ پھر دونوں اپنے اپنے لشکروں میں واپس ہوئے۔ اور کسی کو یہ خبر نہ ہوئی کہ دونوں میں کیا کیا باتیں ہوئیں۔ لیکن لوگوں نے قیاس کیا کہ امام حسین نے عمر بن سعد سے کہا کہ تو مجھے یزید بن معاویہ کے یہاں لے چل اور دونوں طرف کی فوجیں اسی طرح اپنی اپنی جگہ پر کھڑی رہیں۔ عمر بن سعد نے کہا مجھے ڈر ہے کہ اگر میں ایسا کروں گا تو میرا گھر مسمار کر دیا جائیگا۔ امام حسین نے کہا میں تجھے اس سے اچھا گھر بنا دوں گا۔ عمر بن سعد نے کہا

میرے مال ومتاع لوٹ لئے جائیں گے۔ امام حسین نے کہا میں تجھے اپنے حجاز کا مال دوں گا جو اس سے بہتر ہے۔ لیکن عمر بن سعد کو یہ پسند نہ آیا اور لوگوں میں تذکرہ یہی رہا۔ گو کسی نے سنا نہیں۔ اور کسی نے یہ بھی کہا کہ امام حسین نے یہ سب کچھ نہیں کہا بلکہ یہ کہا کہ مجھے تین باتوں میں سے کسی ایک بات کا اختیار دیا جائے، وہ یہ کہ یا تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس ہو جاؤں۔ یا یزید بن معاویہ کی بیعت کروں، پھر اُسکی جو رائے ہو یا مجھے کسی اسلامی سرحد میں لے چلو، جہاں تم چاہو تاکہ میں اُس ملک کا آدمی ہو کر ان کے بھلے بُرے میں اُن کا شریک حال رہوں۔ اور عقبہ بن سمعان نے کہا کہ میں مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے عراق تک امام حسین کے ساتھ رہا اور میں ان سے اس وقت جدا ہوا جب اُنھوں نے شہادت پائی اور میں نے اُن کی شہادت کے وقت تک اُن کی تمام باتوں کو سنا لیکن خدا کی قسم اُنھوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ یزید کی بیعت کریں گے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں اور نہ یہ کہا کہ انہیں کسی غیر ملک میں پہنچایا جائے بلکہ اُنھوں نے جو کہا وہ یہ کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاؤں۔ یا اس وسیع زمین میں کہیں جانے دو۔ تاکہ ہم دیکھیں کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ لیکن لوگوں نے ان کی یہ بات نہ مانی۔

اسکے بعد امام حسین اور عمر بن سعد تین چار بار ملے پھر عمر بن سعد نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھا کہ اللہ نے فتنہ کی آگ بجھا دی اور بات طے ہو گئی۔ حسین مجھکو کہتے ہیں کہ یا تو جہاں سے وہ آئے ہیں وہیں لوٹ جائیں یا انہیں کسی دوسرے ملک کی سرحد میں پہنچا دیا جائے۔ یا امیر المومنین یزید آئیں تو

ان کے ہاتھ پر بیعت کریں میرا خیال ہے کہ اس میں آپ لوگوں کی خوشنودی اور امت کی بھلائی کا راز مضمر ہے۔ ابن زیاد نے خط پڑھکر کہا کہ یہ اُس آدمی کا خط ہے جو اپنے امیر اور اپنی قوم کا خیر خواہ ہے۔ ہاں میں نے قبول کیا، لیکن شمر بن ذی الجوشن نے کھڑے ہو کر کہا کیا تو اسکی یہ بات منظور کرتا ہے، جبکہ وہ تیری زمین میں اور تیرے نزدیک پہنچ چکا ہے، خدا کی قسم اگر وہ تیری زمین سے نکل گیا اور بیعت نہ کی تو اُس کی طاقت اور قوت تجھ سے بڑھجائیگی۔ اور تو اُس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے گا تو ہرگز اسے یہ موقع نہ دے، سوائے اس کے کہ وہ اور اس کے ساتھی تیرے حکم کے آگے سر تسلیم خم کریں۔ اس کے بعد اگر تو نے اسکی سزا کی تو تجھے اس کا حق ہے اور معاف کیا تو اس کا بھی تو مجاز ہے۔ خدا کی قسم مجھکو یہ معلوم ہوا ہے کہ حسین اور عمر بن سعد نے کئی راتیں دونوں طرف کی فوجوں کے درمیان میں اکٹھا ہو کر رائے و مشورہ کیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا تو نے کیا اچھی رائے دی اچھا میں تجھے ایک خط لکھ دیتا ہوں تو عمر کے پاس جا اور اس خط میں یہ لکھا کہ شمر کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ عمر حسین اور اسکے ساتھیوں کو میرا حکم قبول کرنے کو کہے اگر قبول کریں تو ان سب کو امن و سلامتی کے ساتھ میرے پاس بھیجے اور اگر انکار کریں تو ان سے لڑے اور اگر عمر بن سعد میرے لکھے ہوئے پر عمل کرے تو اس کا تو ماتحت رہ اور اگر عمل نہ کرے تو اس کا اور تمام فوج کا امیر تجھکو بنایا جاتا ہے تو اسکی گردن کاٹ کے میرے یہاں بھیجدے اور اسی کی معرفت ایک خط عمر کو دیا جس میں لکھا کہ میں نے تجھکو حسین کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ

تو اس سے جنگ نہ کرے اور اس کو سلامتی و بقا کی امید دلائے اس سے خوب باتیں کرے اور اس کی طرف سے عذر خواہ ہو یا مجھ سے اس کی سفارش کرے دیکھ اگر حسین اور اسکے ساتھیوں کو تیرا حکم منظور ہو تو امن و سلامتی کے ساتھ انھیں میرے یہاں چلا اور اگر منظور نہ ہو تو لڑ کر ان سب کو قتل کر کے اسکے سینہ اور پیٹھ پر گھوڑے دوڑا وہ سرکش مخالف بے درد اور بڑا ظالم ہے۔ پس اگر تو نے ہمارے لکھنے پر عمل کیا تو ہم تجھے خدمت گذار اور فرمانبردار کی طرح بدلہ دیں گے اور اگر تجھے یہ منظور نہ ہو تو ہماری فوج سے الگ ہو جا اور فوج کو شمر بن ذی الجوشن کے حوالہ کر۔

شمر کے خط لینے کے وقت اسکے ساتھ عبید اللہ بن زیاد کے پاس عبداللہ بن ابی المحل بن حزام بھی موجود تھا اسکی پھوپھی ام البنین بنت حزام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیوی تھیں۔ اور عباس عبداللہ جعفر اور عثمان یہ ان کے چار بیٹے تھے جو امام حسین کے ساتھ تھے۔ عبداللہ بن ابی المحل نے ابن زیاد سے کہا کہ اگر تیری خواہش ہو تو میرے بھانجوں کو امان کا ایک حکم لکھ دے۔ ابن زیاد نے ان کو امان کا حکم لکھا اور عبداللہ بن ابی المحل نے اسکو اپنے ایک غلام کی معرفت ان لوگوں کے پاس بھیجا۔ ان لوگوں نے اپنے امان کا حکم دیکھکر کہا ہم کو تمہارے امان کی حاجت نہیں اللہ کا امان ابن سمیہ کے امان سے بہتر ہے۔

شمر نے جب ابن زیاد کا خط عمر کو پہنچایا اور عمر بن سعد نے اسکو پڑھا تو کہا خدا تیرا بُرا کرے، کیا بُرا خط لایا خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ تو ہی نے

ابن زیاد کو میری رائے سے پھیرا تو نے ہمارا کام بگاڑ دیا ہمیں امید تھی کہ صلح ہو جائیگی، خدا کی قسم حسین کبھی اس پر راضی نہ ہوگا۔ اس کے جسم کے دونوں پہلو میں ایک خوددار نفس ہے۔ شمر بولا تو مجھے بتا کہ تو کیا کریگا۔ کیا تجھے اپنے امیر کے حکم پر عمل کرنا منظور ہے۔ اور نہیں تو فوج میرے حوالہ کر۔ عمر بن سعد نے کہا نہیں فوج کا امیر میں ہوں تو پیادہ چلنے والوں کو دیکھ۔

۹ محرم الحرام جمعہ کی شب پنجشنبہ کی شام کو عمر بن سعد امام حسین پر خروج کرنے کو تیار ہوا تو شمر نے امام حسین کے ساتھیوں میں سے عباس بن علی جعفر عبد اللہ اور عثمان کو بلا کے کہا اے میرے بھانجو تم لوگوں کو امان دیا گیا۔ ان لوگوں نے کہا تجھ پر اور تیرے امان پر خدا کی لعنت تو ہمیں امان دینے آیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نونہال کو امان نہیں ہم تمہارے امان کی حاجت نہیں رکھتے۔ پھر عمر بن سعد فوج کے ساتھ امام حسین کی طرف آیا اور امام حسین اپنے خیمہ کے آگے اپنی تلوار کو کمر اور پنڈلی سے لپیٹے ہوئے بیٹھے تھے۔ اور نیند کی غفلت میں اُن کا سر گھٹنہ پر جنبش کر رہا تھا۔ اُن کی بہن زینب نے جو یہ شور و غوغا سنا تو آپ کے نزدیک آئیں اور جگایا، آپ نے سر اُٹھایا تو آپ کے برادر عباس نے کہا بھائی لوگ آپ کے پاس آئے ہیں امام حسین نے کہا میں خود ہی جاتا ہوں۔ حضرت عباس نے کہا آپ نہ جائیں میں جاتا ہوں چنانچہ بیس سواروں کے شامل حضرت عباس اپنے فریق کے سامنے آئے اور اُن سے پوچھا کیا ہے؟ کہا ہمارے پاس امیر کا حکم آیا ہے کہ اگر تم امیر

کا حکم نہ مانو تو ہم تم سے لڑیں۔ حضرت عباس نے کہا ذرا ٹھہرو میں امام حسین
سے جاکے کہتا ہوں چنانچہ عباس امام حسین کو خبر دینے چلے آئے اور جب
تک فریق کے لوگوں میں اور عباس کے سواروں میں باتیں ہونے لگیں اور
عباس کے ساتھی فریق کے لوگوں کو اللہ کی یاد دلانے لگے۔ جب عباس
نے امام حسین کو فریق کی بات سنایا تو امام حسین نے کہا جاؤ اگر ممکن ہو تو ان
سے کل کا وقت مانگو تاکہ آج کی رات ہم لوگ اپنے پروردگار کی عبادت کریں
اور اس کے سامنے دعا و استغفار کریں۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ میں نماز تلاوت
قرآن اور کثرت سے دعا و استغفار کا پابند ہوں اور اپنے لوگوں کو وصیت کرنے کا
بھی خیال تھا۔ عباس نے جاکے کہا کہ اس وقت شام کو جاؤ صبح کے وقت
ہم سے ملنا انشاء اللہ تعالیٰ سوچ کر کہیں گے۔ پھر یا تو تمہاری بات پر رضامند ہی
ہو جائیں گے یا رد کردیں گے۔ عمر بن سعد نے کہا شمر! تیری کیا رائے ہے۔
شمر نے کہا تو امیر ہے، پھر اور لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگوں کا کیا خیال ہے تو
عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا سبحان اللہ خدا کی قسم اگر دیلم کا بھی کوئی آدمی
تم سے یہ درخواست کرتا تو تمہیں یہ قبول کرنا چاہیے تھا۔ اور قیس بن اشعث
بن قیس نے کہا قبول کرلو لیکن یقیناً کل وہ تم سے لڑائی لڑیں گے۔ عمر بن سعد
نے کہا اگر میں جانتا کہ وہ جنگ کرے گا تو میں اسکو شام تک کی بھی فرصت
نہ دیتا اور عباس لوٹے تو ان کے ساتھ عمر بن سعد کا آدمی بھی آیا اور کہا
کہ کل تک کا موقع دیا گیا پھر عمر بن سعد واپس ہو گیا۔

عمر بن سعد کے واپس جانے کے بعد امام حسین نے شروع رات میں
اپنے ساتھیوں کو جمع کیا۔ اور کہا میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو سب سے

اچھی تعریف ہو سکتی ہے۔ میں خوشی میں بھی اسکی تعریف کرتا ہوں اور مصیبت میں بھی۔ اے اللہ میں اس لئے تیری تعریف کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں نبوت کی فضیلت دیکر عزت دی۔ ہم کو کان، آنکھ، اور دل دئے قرآن بتایا دین کی سمجھ عطا کی تو ہمیں اپنا شکر گذار بنا۔ میں اپنے ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور بہتر دوسرے ساتھیوں کو نہیں سمجھتا اور اپنے گھر والوں سے زیادہ نیک اور بہت دردمند کسی دوسرے گھر والوں کو نہیں جانتا۔ تم سبھوں کو اللہ تعالیٰ بہتر بدلہ دے۔ تم لوگ نیکوکار اور مددگار رہو اور ہمارے فریق میرے سوا کسی کو قتل کرنا نہیں چاہتے۔ اور مجھے یہ یقین ہے کہ کل یہ دشمن ہمارے پاس آئیں گے میں اجازت دیتا ہوں کہ تم لوگ اس جگہ سے کہیں چلے جاؤ۔ تم پر میرا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ رات کی تاریکی چھا گئی ہے اسی تاریکی میں ادھر اُدھر منتشر ہو جاؤ۔ اور اپنی جانیں بچا لو۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ بیان سنکر ان کے بھائیوں، بیٹوں، برادرزادوں اور عبداللہ بن جعفر کے دونوں بیٹوں نے کہا ہم لوگ اس لئے نہیں آئے ہیں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں کبھی اللہ تعالیٰ ہمیں یہ دن نہ دکھائے سب سے پہلے عباس بن علی نے یہ کہا ان کے بعد اور سبھوں نے بھی یہی بات کہی۔ اور بولے خدا کی پناہ جب ہم لوٹ کر لوگوں کے پاس جائیں گے تو کیا یہ کہیں گے کہ ہم نے اپنے سردار اور بزرگ چچازاد بھائیوں کو چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ ہو کر نہ تیر پھینکا نہ نیزہ مارا نہ تلوار چلائی اور ہمیں نہیں معلوم کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوا نہیں خدا کی قسم ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے

بلکہ ہم لوگ اپنی جانیں اپنے مالوں اور اپنی اولاد کو آپ پر قربان کر دینگے اور آپ کی مدد میں لڑیں گے۔ اور ہملوگوں کا بھی وہی حشر ہوگا جو آپ کا ہوگا۔ اسد برا کرے کہ ہملوگ آپ کے بعد زندہ رہیں۔ اور مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا کیا ہملوگ آپ کو چھوڑ دیں اور آپ کا حق ادا کرکے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے کو معذور نہ دکھلائیں خدا کی قسم میں آپ سے جدا نہ ہونگا۔ میرا نیزہ دشمنوں کے سینہ کو زخمی کرے گا اور جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہیگی انھیں کاٹیگی اور اگر میرے پاس تلوار یا نیزہ نہ ہوگا تو دشمنوں کو پتھر سے ماروں گا۔ اور آپ کے ساتھ جان دے دوں گا۔ آپ کے اور ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کہا۔

علی بن حسین اس روز شام کو بیمار تھے۔ اُن کی پھوپھی حضرت زینب بنت علی ان کی تیمارداری میں تھیں اور سنا کہ خیمہ میں امام حسین کے نزدیک ابوذر غفاری کے غلام جون اپنی تلوار تیز کر رہے ہیں۔ اور امام حسین یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔

یَا دَهْرُ اُفٍّ لَّكَ مِنْ خَلِيْلٍ ۔۔۔ كَمْ لَكَ بِالْاِشْرَاقِ وَالْاَصِيْلِ

اف رے زمانہ صبح و شام میں کتنے تیرے دوست ہیں۔

مِنْ صَاحِبٍ اَوْ طَالِبٍ قَتِيْلٍ ۔۔۔ وَالدَّهْرُ لَا يَقْنَعُ بِالْبَدِيْلِ

مقتول کے طلبگار یا زمانہ کے دوست کتنے ہیں۔ اور زمانہ تو عوض پر اکتفا نہیں کرتا۔

وَاِنَّمَا الْاَمْرُ اِلَى الْجَلِيْلِ ۔۔۔ وَكُلُّ حَيٍّ سَالِكٌ سَبِيْلِي

اور بلا شبہ ہر ایک شی خدائے بزرگ ہی کی طرف لوٹیگی اور ہر ایک زندہ میری راہ سے گزریگا۔

امام حسین نے دو یا تین بار اس شعر کو پڑھا تھا کہ علی تو اُن کا مطلب سمجھکر بالکل چپ ہو گئے۔ اور امام حسین کی بہن زینب بنت علی نے جو سنا تو وہ برداشت

نہ کرسکیں اور اپنا کپڑا گھسیٹتی ہوئی دوڑ کر امام حسین کے پاس پہنچیں اور چلّانے لگیں ہائے موت! کاش آج ہی میری موت مجھکو زندگی سے محروم کر دیتی۔ اے اگلوں کا جانشیں اور پچھلوں کا فریادرس میری ماں فاطمہ مر گئیں میرے والد علی اور میرے بھائی حسن سب مر گئے زینب کا یہ حال دیکھکر امام حسین نے کہا اے میری پیاری بہن! شیطان تجھکو ضبط و تحمل سے باہر نہ کرے اور یہ بھی کہا کہ اگر سنگ خوارہ پرندہ چھوڑ دیا جائے تو سو جائے۔ (یعنی بے صبری ظاہر کرنے سے پریشانی بڑھتی ہے) حضرت زینب بولیں کیا آپ شہید ہو جائیں گے۔ اس سے تو میرا دل گھائل ہو جائیگا یہ تو مجھ پر بڑا گراں ہے اور میرے صدمہ کو بڑھا رہا ہے، اسکے بعد بیہوش ہو کر گر پڑیں۔ تو امام حسین نے اُٹھکر اُن کے منہ پر پانی چھڑکا اور سمجھایا زینب! اللہ سے ڈر اللہ کو یاد کر صبر کر اور اس پر یقین رکھ کہ زمین کے لوگ مر جائیں گے آسمان کے رہنے والے فنا ہو جائیں گے اور بجز ذات خدا کے ہر ایک شئی نیست ہو جائیگی۔ میرے والد میری ماں اور میرے بھائی سب مجھ سے بہتر ہیں۔ مجھکو ہر ایک مسلمان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیئے۔ انہی باتوں سے اور اسی طرح امام حسین نے حضرت زینب کو تسلّی اور تسکین دی اور کہا اے میری پیاری بہن میں تجھکو قسم دیتا ہوں کہ اگر میں مر جاؤں تو میرے غم میں چاک گریباں نہ کرنا منہ پر ہاتھ نہ مارنا اور مجھ پر ہلاکت و واویلا کا شور نہ مچانا۔

اس کے بعد امام حسین اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے اپنے خیموں کو باہم نزدیک کرلیں اور خیموں کی ڈوریاں ایک دوسرے سے

ملا کر باندھیں اور سب لوگ خیموں کے ایک طرف ہو کر فریق کا اس طرح مقابلہ کریں کہ خیموں کے گھر ہملوگوں کے دہنے بائیں اور پیچھے پڑیں اور یہ بتا کر آپ اپنی جگہ پر چلے آئے اور تمام شب نماز دعا اور استغفار میں مصروف رہے اور اسی طرح آپ کے ساتھیوں نے بھی نماز دعا اور استغفار میں رات گذاری اور فریق کے پہرہ دار سواروں کے گھوڑے ان کے گرد چکر لگاتے رہے۔

جنگ اور امام حسینؑ کی شہادت

دسویں محرم جمعہ کے روز نماز صبح کے بعد امام حسین نے اپنے جانباز ساتھیوں کو جنگ کی ترتیب دی۔ آپ کے ساتھ جنگ کرنے والوں میں بتیس اسپ سوار اور چالیس پیادہ چلنے والے تھے، فوج کا میمنہ زہیر بن قین کے سپرد کیا اور حبیب بن مظاہر میسرہ کے آگے رہے۔ حضرت عباس کو علم دیا گیا اور خیموں کو اپنی پشتوں کے پیچھے کیا۔ اور رات کے وقت ہی گھروں کے پیچھے تین طرف ایک خندق کھود دی جس میں آپ نے لکڑیاں اور بانس منگوا کر آگ روشن کرائی تاکہ پیچھے سے دشمن حملہ آور نہ ہو سکیں۔

اور عمر بن سعد اصول جنگ کے مطابق اپنی فوج کو مرتب کر کے امام حسین کی طرف بڑھا۔

اور فوج کی ترتیب اس طرح قائم کی کہ مدینہ والوں کے دستہ پر عبداللہ بن زہیر ازدی کو رکھا۔ ربیعہ اور کندہ کا دستہ قیس بن اشعث کی نگرانی میں مذحج

اور اسد پر عبد الرحمٰن بن ابی سبرہ جعفی کو تعینات کیا۔ اور تمیم و ہمدان کی قیادت حر بن یزید ریاحی کو دی۔ اور امام حسین کے شہید کرنے میں ان سبھوں نے شرکت کی۔ صرف حر بن یزید نے یہ کیا کہ عمر بن سعد کی فوج سے علیحدہ ہو گئے۔ اور امام حسین کے ساتھ ہو کر لڑے اور شہید ہوئے اور عمر بن سعد نے اپنے میمنہ میں عمرو بن حجاج زبیدی کو رکھا اور میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن کو مقرر کیا۔ اور سواروں کا قائد عروہ بن قیس احمسی کو بنایا اور پیادہ سپاہی شبث بن ربعی یربوعی کی نگرانی میں رہے اور اپنے غلام درید کو جھنڈا دیا۔

اور جب فریق کے سپاہ امام حسین کے قریب ہوئے تو آپ کے حکم سے ایک خیمہ تیار ہوا اور ایک برتن میں مشک گھولا گیا اور خیمہ میں جا کر پہلے آپ نے خوشبو لگائی پھر آپ ہی کی طرح عبد الرحمٰن بن عبد اللہ اور بریر بن حصین ہمدانی نے کیا۔

اسکے بعد امام حسین اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے آگے قرآن کریم کو رکھا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہ دعا کرتے ہوئے فریق کے سامنے آئے۔ اے اللہ ہر ایک مصیبت کے وقت تجھ ہی پر میرا بھروسہ ہے اور ہر سختی کے موقعہ پر تجھی سے میں امید رکھتا ہوں اور ہر حادثہ میں تو ہی میرا اعتماد اور سامان ہے۔ بہتیرے غم جن سے دل کمزور ہو تدبیر کی راہ باقی نہ رہے دوست کام نہ آئے، دشمن خوش ہو، میں نے تضرع کے ساتھ تیرے ماسوا کو چھوڑ کر تیرے سامنے ان غموں کو پیش کیا اور تو نے مجھکو ان غموں سے بچایا۔ پس تو ہی ہر نعمت اور بھلائی کا مالک ہے۔ اور ہر خواہش کی انتہا تیری ہی طرف ہے

عمر بن سعد کے سپاہیوں نے امام حسین اور اُن کے جانباز ساتھیوں کے گھروں کے گرد چکر لگایا تو دیکھا کہ ان گھروں کے پیچھے ایک خندق کھودی ہوئی ہے اور اس میں بانس اور لکڑیاں روشن ہیں۔ یہ دیکھکر شمر بن ذی الجوشن نے امام حسین کو پکار کے کہا کیا قیامت سے پہلے دنیا ہی میں تو نے آگ کا سامان کر لیا۔ امام حسین نے اس کو پہچان لیا اور کہا اے بکری چرانے والی عورت کا بیٹا آگ کا مستحق تو تو ہے اور اس کی اس بدتہذیبی پر مسلم بن عوسجہ اسدی نے اس کو تیر مارنے کی اجازت مانگی اس لئے کہ خود اس نے اس کا موقع دیا۔ لیکن امام حسین نے روکا اور کہا میں یہ نہیں چاہتا کہ لڑائی کی ابتدا میری طرف سے ہو۔

اسکے بعد امام حسین گھوڑے پر سوار ہو کر فریق کی جانب بڑھے اور اس بلند آہنگی سے لوگوں کو پکارا کہ سب لوگوں نے ان کی آواز سنی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا لوگو! تم میری بات سنو اور جو کچھ کہنا میں تمہیں ضروری سمجھتا ہوں کہہ نہ لوں اور جب تک تمہارے سامنے اپنا عذر پیش نہ کر لوں، تم لوگ جلدی نہ کرو۔ پھر اگر تم نے میرے ساتھ انصاف کیا تو اس سے تمہیں بہت بڑی سعادت حاصل ہو گی اور مجھ پر تم کو کوئی موقع نہ ملے گا اور اگر تم نے میری حق بات نہ سنی تو تم لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جل کر اپنا عزم پورا کرو۔ اور تمہارا عزم تمہارے دلوں میں پوشیدہ نہ رہے۔ اور جو کچھ تمہیں میرے ساتھ کرنا ہو کر گذرو اور مجھے موقع نہ دو میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب اُتاری اور وہی نیکوں کا دوست ہے۔

امام حسین کی یہ بات سُنکر آپ کی بہنیں اور بیٹیاں زور زور سے رونے لگیں

چلانے لگیں تو آپ نے انھیں چپ کرنے کیلئے اپنے برادر عباس اور اپنے لڑکے علی کو بھیجا اور کہا، یقیناً یہ عورتیں بہت روئیں گی۔ جب عباس اور علی عورتوں کو چپ کرنے گئے تو امام حسین نے کہا عبداللہ بن عباس نے درست رائے دی تھی اور امام حسین نے اُن کا رونا دیکھکر اس لئے یہ کہا کہ عبداللہ بن عباس نے عورتوں کو ساتھ لے جانے سے منع کیا تھا۔

جب عورتیں چپ ہوئیں تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں و نبیوں پر درود و سلام بھیجا اور فرمایا کہ اتنا درود و سلام نازل ہو جو حد شمار سے باہر ہو، یہ ایک ایسا جملہ آپ کی زبان سے نکلا کہ اس سے بلیغ جملہ نہیں سنا گیا تھا۔ پھر آپ نے کہا لوگو! تم میرے نسب کو دیکھو اور غور کرو کہ میں کون ہوں، پھر اپنے اس فعل کو دیکھو اور اپنے تئیں ملامت کرو اور یہ سوچو کہ کیا تمہیں سزاوار ہے کہ تم مجھکو قتل و بے عزت کرو، کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ اور تمہارے نبیؐ کے چچازاد برادر اور اللہ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور پیغمبر خدا کی تصدیق کرنے والے کا لڑکا نہیں ہوں، کیا حمزہ سید الشہداء میرے باپ کے چچا نہ تھے۔ کیا جعفر طیار شہید جنت مقام میرے چچا نہ تھے۔ کیا تم نے یہ مشہور حدیث نہیں سنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کی نسبت فرمائی تھی کہ یہ دونوں لڑکے جنتی جوانوں کے سردار ہیں جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں اسکو سچ سمجھو، یہ سچ بات ہے۔ خدا کی قسم جس وقت سے میں نے سنا ہے کہ جھوٹ بولنے والے پر اللہ تعالیٰ اسکے لوگوں کو دشمن بنا دیتا ہے۔ اُس وقت سے میں نے جھوٹ بولنے کا قصد نہیں کیا۔ اور اگر تم میری بات سچ نہیں سمجھتے تو تم میں وہ لوگ موجود ہیں جن سے اگر تم دریافت کرو تو

وہ تمہیں بتائیں۔ تم جابر بن عبداللہ انصاری ابوسعید خدری سہل بن سعد ساعدی زید بن ارقم اور انس بن مالک میں سے جس کسی سے پوچھو وہ تمہیں بتائیں گے ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیثیں سنی ہیں۔ کیا تم میری یہ بات سنکر بھی میرے قتل کرنے کے ارادہ سے باز نہ آؤ گے۔

شمر بن ذی الجوشن نے کہا اگر وہ جانتا ہے جو کچھ کہہ رہا ہے تو وہ دین کے کنارے پر کھڑا ہو کر خدا کی عبادت کرتا ہے۔ حبیب بن مظاہر نے کہا خدا کی قسم تجھے میں دیکھتا ہوں کہ تو ان سے ستر گونہ کنارے پر کھڑا ہے، اللہ نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے اس لئے ان کی بات تیرے سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر امام حسین بولے اگر تم لوگوں کو میری بات میں یا میرے نواسہ نبی ہونے میں شک و شبہہ ہے تو خدا کی قسم میں کہتا ہوں کہ مشرق و مغرب میں تم میں یا تمہارے غیروں میں میرے سوا کوئی دوسرا نواسہ نبی نہیں ہے۔ افسوس! کیا میں نے تمہارے کسی آدمی کو قتل کیا ہے یا تمہارا مال لوٹا ہے یا کسی شخص کو زخمی کیا ہے کہ اسکے بدلہ میں تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو، فریق کے آدمیوں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور چپ رہے۔ تو آپ نے آواز دی اے شبث بن ربعی اے حجار بن ابجر اے قیس بن اشعث اے زید بن حارث کیا تم لوگوں نے مجھے خط نہ لکھا تھا کہ میں تمہارے یہاں آؤں۔ جواب ملا نہیں۔ امام حسین نے کہا ہاں تم لوگوں نے مجھکو لکھا تھا۔

پھر آپ نے کہا جب تمہیں میرا آنا پسند نہیں ہے تو مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنی جگہ لوٹ جاؤں۔ قیس بن اشعث نے کہا کیا تو اپنے چچازاد بھائی ابن زیاد کا حکم نہ مانے گا پھر جو تو چاہے وہی ہو۔ امام حسین نے کہا تو اپنے بھائی کا بھائی ہے کیا تو یہ

سمجھتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کا ایک خون سے زیادہ طلب کریں گے نہیں خدا کی قسم میں تم لوگوں کو اپنا ہاتھ نہیں دے سکتا اور نہ تمہاری اطاعت کر سکتا ہوں۔ جس طرح کوئی ذلیل آدمی اطاعت کرتا ہے۔ اور نہ تمہاری اطاعت کا اقرار کروں گا۔ جس طرح کوئی غلام اپنی غلامی کا اقرار کرتا ہے۔ خدا کے بندو! میں ہر اُس غرور کرنے والے سے جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتا اپنے اور تمہارے رب کی پناہ چاہتا ہوں' پھر آپ نے اپنی سواری بٹھائی اور اُتر گئے۔

امام حسین کے بعد زہیر بن قین گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے۔ اور کہا کوفیو! ہم تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے کا حق حاصل ہے۔ جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار نہ اٹھی ہے۔ اُس وقت تک ہم اور تم بھائی بھائی ہیں۔ اور ایک دین پر ہیں۔ اور تلوار اُٹھنے کے بعد عصمت باقی نہ رہیگی۔ تم لوگ ایک دوسری امت ہو گے اور ہم لوگ ایک دوسری امت ہوں گے اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی محمدؐ کی اولاد میں ہماری اور تمہاری آزمائش رکھی ہے تاکہ وہ ہم تم دونوں کے عمل کو دیکھے۔ ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ تم امام حسین کی مدد کرو۔ اور عبیداللہ بن زیاد کو رسوا کرو۔ جو خود بھی سرکش ہے۔ اور اس کا باپ بھی سرکش تھا۔ تم لوگ ان دونوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے وہ لوگ تمہاری آنکھیں نکال لینگے، تمہارے ہاتھ پیر کاٹ ڈالیں گے تمہاری صورتیں بگاڑ دیں گے۔ تمہیں کھجور کے تنوں میں لٹکا دیں گے۔ حجر بن عدی ہانی بن عروہ اور ان دونوں کے ساتھیوں کی طرح تمہارے قاریوں اور بزرگو

کو مار ڈالیں گے۔ یہ سنکر فریق کے لوگوں نے زہیر بن قین کو گالی دی اور ابن زیاد کی تعریف کی۔ اور کہا خدا کی قسم ہم یہاں سے جب ہی ٹلیں گے کہ یا تو تیرے سردار اور اس کے مددگاروں کو ہلاک کر ڈالیں یا سب کو گرفتار کرکے امن کے ساتھ عبید اللہ بن زیاد کے پاس لیجائیں۔ زہیر بن قین نے کہا اللہ کے بندو! سمیہ کے پوت سے فاطمہ کا لال مدد و محبت کا زیادہ حق رکھتا ہے اور اگر تم ان کی مدد نہیں کرتے تو معاذ اللہ انھیں قتل نہ کرو۔ اور اس امر کا فیصلہ امام حسین اور ان کے چچا زاد بھائی یزید پر چھوڑو کہ وہ دونوں خود اس امر کو باہم طے کر لیں۔ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ یزید بن معاویہ کا منشا صرف یہ ہے کہ تم اسکی اطاعت کرو۔ یہ نہیں کہ تم امام حسین کو قتل کرو۔ اسکے بعد شمر نے زہیر پر ایک تیر چلایا اور کہا چپ رہ اللہ تجھے ہلاک کرے۔ تو نے زیادہ بول کر ہم لوگوں کو تنگ تنگ کر ڈالا۔ کہا اے اپنی دونوں ایڑیوں پر ٹھیکر پیشاب کرنے والی بکری کا بیٹا میں تجھکو نہیں کہتا تو تو چوپایہ ہے خدا کی قسم میں یہ نہیں سمجھتا کہ تو امام حسین کو قتل بھی کرے اور جنت میں بھی داخل ہو تو روز قیامت کی رسوائی اور دردناک عذاب سے خوش ہو۔ شمر بولا اللہ تجھے اور تیرے امیر کو جلد ہلاک کرے۔ زہیر نے کہا کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ بخدا ان کے ساتھ مرنا تمہارے ساتھ ہمیشہ رہنے سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ پھر چلا کے کہا اے اللہ کے بندو! اس کمینہ ظالم کے سبب تم لوگ دین سے دھوکا نہ کھانا۔ خدا کی قسم جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اہلبیت کا خون بہائیں گے اور ان کے مددگاروں اور ان کے گھر کے نگہبانوں کو قتل کریں گے وہ حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم

رہیں گے۔ پھر امام حسین نے ان کو بلالیا اور وہ چلے آئے۔

اور جب عمر بن سعد فوج لیکر امام حسین کی طرف بڑھا تو حر بن یزید نے آ کے کہا اللہ تجھے ہدایت دے کیا تو امام حسین سے لڑے گا۔ کہا خدا کی قسم ہاں ایسی آسان لڑائی لڑوں گا کہ سر گر جائیں گے اور ہاتھ کٹ جائینگے۔ حر نے کہا کیا جو صورتیں انھوں نے پیش کی ہیں ان میں سے ایک پر بھی تو رضامند نہیں ہے۔ عمر نے کہا خدا کی قسم اگر مجھکو اختیار ہوتا تو کوئی بات نہ تھی لیکن تیرا امیر ہی اس سے راضی نہیں۔

اس گفتگو کے بعد حر بن یزید ریاحی آہستہ آہستہ امام حسین کی طرف بڑھے اور ان کے بدن میں کپکپی پیدا ہوئی تو ان کے آدمیوں میں سے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا خدا کی قسم تیری حالت مشکوک نظر آتی ہے آج تیری جو کیفیت دیکھتا ہوں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اور اس سے پہلے اگر کوئی مجھ سے پوچھتا کہ کوفیوں میں سب سے بہادر کون ہے؟ تو تیرے سوا کسی اور کو میں نہ کہتا۔ حر نے کہا میں نے اپنے نفس کو جنت اور دوزخ کا اختیار دیا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ میں جنت پر کسی اور شئی کو اختیار کروں۔ گو میں کاٹ کے بوٹی بوٹی کر دیا جاؤں یا مجھے آگ میں جلا دیا جائے۔ پھر حر نے اپنا گھوڑا دوڑایا اور امام حسین کے پاس پہنچ گئے اور عرض کی اے پیغمبر خدا کے نواسہ میں آپ کا وہی ساتھی ہوں کہ میں نے ہی آپ کو مکہ واپس جانے سے روکا تھا اور راستہ میں آپ کے ساتھ ساتھ چلا تھا۔ اور آپ کو روک کر اس جگہ پہنچایا تھا، مجھکو ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ آپ کی باتیں رد کر دیجائینگی۔ اور آپ کو اس حد تک پہنچایا جائیگا۔

اگر میں جانتا کہ لوگ یہاں تک گزریں گے تو میں وہ کام نہ کرتا جو میں نے کیا۔ اور آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ اپنے پچھلے عمل سے توبہ کرکے اپنے رب کی خوشنودی حاصل کروں۔ اور اپنی ذات سے آپ کی مدد کرکے آپ کے سامنے اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں، کیا آپ کے خیال میں میری یہ توبہ ہو گی؟ امام حسینؑ نے فرمایا ہاں! اللہ تیری توبہ قبول کرے اور تیرے گناہوں کو بخشے۔

اسکے بعد حُر اپنی قوم کے سامنے آئے اور کہا بھائیو! کیا امام حسینؑ نے جو صورتیں تمہارے سامنے پیش کیں اُن میں سے ایک صورت بھی تم منظور نہ کروگے تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو ان کے ساتھ جنگ کرنے سے بچائے۔ عمر بن سعد نے کہا میں یہی چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو تاکہ لڑائی کی نوبت نہ آئے۔ حر نے کہا اے کوفہ والو! تم ہلاک ہو جاؤ تمہاری مائیں تم پر روئیں اور آنسو بہائیں کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ تم نے امام حسینؑ کو بلایا اور جب وہ آئے تو انہیں تم نے رسوا کیا۔ اور ان کے سبب اپنی جانوں کی ہلاکت کا خیال کرکے ان پر سختی کی تاکہ تم انھیں مار ڈالو۔ تم نے ان کو پکڑا روکا اور اللہ تعالیٰ کی وسیع زمین میں جانے کی اجازت نہ دی وہ قیدی کی طرح ہو گئے۔ نہ وہ اپنی ذات کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ تکلیف سے بچ سکتے ہیں۔ تم نے ان پر اور ان کے ساتھیوں پر فُرات کا بہتا پانی بند کر دیا۔ جس پانی کو یہودی، عیسائی، اور آتش پرست پئیں اور جس میں بستی کے کتے اور سور نہائیں، اُس پانی سے امام حسینؑ اور ان کے لوگ محروم رہیں، اور پیاس سے تڑپیں۔ تم نے آل نبیؐ کے ساتھ بہت برا برتاؤ کیا۔

اگر تم اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہاری پیاس نہ بجھائے۔ اس کے بعد حر پر لوگوں نے تیر چلایا تو وہ لوٹ کر امام حسین کے آگے کھڑے ہو گئے۔

پھر عمر بن سعد درید کے جھنڈا کے ساتھ آگے بڑھا اور ایک تیر لیا اور کہا تم لوگ گواہ رہنا سب سے پہلے میں نے ہی تیر چلایا۔ اس کے بعد اور لوگ بھی تیر چلانے لگے۔ اور زیاد بن سمیہ کے غلام یسار نے نکل کر دعوت جنگ دی۔ تو اس کے مقابلہ کو عبداللہ بن عمیر کلبی بڑھے۔ یہ امام حسین کے پاس کوفہ سے آئے تھے۔ اور ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی آئی تھیں۔ یسار نے پوچھا تو کون ہے؟ کہا عبداللہ بن عمیر کلبی۔ یسار نے کہا تجھکو میں نہیں پہچانتا۔ زہیر بن قین حبیب بن مظاہر بریر بن خضیر میں سے کوئی آئے۔ کلبی بولے اے بدکار عورت کا لڑکا تو غیر معروف آدمی کے ساتھ لڑنے سے انکار کرتا ہے۔ تیرے ساتھ وہ شخص لڑے جو تجھ سے بہتر ہے۔ یہ کہکر کلبی نے اس پر حملہ کیا اور ایسی تلوار لگائی کہ سرد ہو گیا۔ اور اس کو مار کر ابھی فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ کلبی پر عبید اللہ بن زیاد کا غلام سالم حملہ آور ہوا۔ اور اسکو موقع جو نہ ملا تو کلبی کے نزدیک پہنچکر ان پر ایک وار کیا لیکن کلبی نے اپنا بایاں ہاتھ بڑھا کر اس کے وار کو روکا جس سے ان کے ہاتھ کی انگلیاں اُڑ گئیں۔ اس کے بعد کلبی کی باری آئی اور انھوں نے اس کو ایک ایسی تلوار لگائی کہ وہ قتل ہو گیا۔ اور کلبی کی بیوی جوام وہب کے نام سے مشہور تھیں نیزہ پکڑے ہوئے اپنے شوہر کے پاس آئیں اور کہنے لگیں، میرے باپ ماں تجھ پر فدا ہوں۔ تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی پاک اولاد کیلئے ان کے آگے لڑتا رہ۔ کلبی نے انھیں عورتوں کی طرف واپس کیا تو وہ واپس نہ ہوئیں اور کہا بغیر تیرے ساتھ مرے تجھے نہ چھوڑوں گی۔ پھر امام حسین نے آواز دی کہ اہل بیت کے ساتھ تم لوگوں نے جو نیکی کی ہے، اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں نیک بدلہ دے تو واپس ہو اللہ تجھ پر رحم کرے۔ عورتوں کو لڑائی نہ کرنی چاہیئے۔

اسکے بعد عمرو بن حجاج زبیدی جس کی سرکردگی میں عمر بن سعد کی فوج کا میمنہ تھا، اصحاب حسین سے لڑنے کو چلا اور جب قریب ہوا تو امام حسین کے جانبازوں نے گھٹنوں پر بیٹھکر عمرو بن حجاج کے جنگی سپاہیوں پر نیزہ تانا مگر فریق کے سپاہ نیزوں کے نزدیک نہ آئے۔ اور پیچھے کی طرف لوٹنے لگے۔ تو امام حسین کے جوانمردوں نے اُن پر تیر اندازی شروع کردی۔ اور فریق کے کتنے جوانوں کو گرادیا۔ اور کتنوں کو زخمی کیا۔ اور فریق کی جماعت میں سے ایک شخص جس کو عبداللہ بن حوزہ کہتے تھے آگے بڑھا اور دلیری کے ساتھ امام حسین کے لشکر سے قریب پہنچکر پوچھا کیا تم میں حسین ہے مگر کسی نے اس کو جواب نہ دیا اور اسی طرح اس نے تین بار یہ سوال کیا تو کہا گیا ہاں ہیں۔ کیا ضرورت ہے۔ بولا حسین! تجھکو جہنم کی خوشخبری دیجاتی ہے۔ امام حسین نے کہا تو جھوٹا ہے، بلکہ حسین نے اپنے مہربان پروردگار اور اُس شفاعت کرنے والے بندے کی خوشنودی حاصل کی ہے جسکی لوگ اطاعت کرتے ہیں، بتا تو کون ہے۔ کہا ابن حوزہ ہوں پھر امام حسین نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی۔ اے اللہ تو اس کو داخل جہنم کر۔ یہ سنکر ابن حوزہ کو غصہ ہوا اور اس نے اپنا گھوڑا اس نالی میں داخل کیا

جو دونوں فریق کے درمیان میں حائل تھی۔ مگر جونہی نالی میں داخل ہوا تھا کہ اس کا بایاں پیر تو رکاب میں لٹکا رہا اور دہنا پیر رکاب سے اُٹھ گیا۔

ابن جریر اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سرزمین پر چلا آیا اور گھوڑا اس کو لیکر جو دوڑا تو اُس کے زانو پنڈلی اور پیر سب چور ہو گئے اور اُس کا دوسرا حصہ رکاب میں لٹکا رہا۔ اور درختوں اور پتھروں کی چوٹ سے مرگیا۔ مفید اور ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ مسلم بن عوسجہ نے اس پر تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ اُس کا دہنا پیر کٹ گیا اور گھوڑا اسکو لئے ہوئے جو دوڑا تو پتھروں اور مٹی کے ڈھیلوں سے اُس کے سر میں اس قدر چوٹ آئی کہ وہ مرگیا۔

فریق کے لوگوں میں مسروق بن وائل حضرمی بھی یہ وعدہ کر کے چلا تھا کہ میں حسین کا سر لاؤں گا۔ تاکہ ابن زیاد کے نزدیک مجھے عزت و مرتبہ ملے۔ لیکن جب ابن حوزہ کی حالت دیکھی تو یہ کہتا ہوا لوٹ گیا کہ میں اہل بیت کی کرامت دیکھکر آرہا ہوں، میں ہرگز ان سے نہ لڑوں گا۔

جب لڑائی بڑھی تو عمر بن سعد کی فوج میں سے ایک شخص یزید بن معقل نکلا اور بُریر بن خضیر کو جو ایک قاری تھے۔ پکار کے کہا اللہ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ کہا خدا کی قسم اللہ نے میرا بھلا کیا اور تیرا برا۔ یزید بن معقل نے کہا تو جھوٹا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے تو جھوٹا نہ تھا اور میں گواہ ہوں کہ تو گمراہ ہے۔ ابن خضیر نے کہا کیا تو مجھ سے مباہلہ کرنے پر تیار ہو سکتا ہے یہ کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو اور وہ قتل کیا جائے پھر نکل میں تجھ سے لڑتا ہوں۔ چنانچہ دونوں نکلے اور دونوں میں مباہلہ ہوا کہ جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہو اور سچا جھوٹے کو قتل کرے۔ اس کے بعد دونوں لڑے اور دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے

کو ایک ایک ضرب لگائی۔ پہلے یزید بن معقل نے بریر بن خضیر کو مارا۔ لیکن وار خالی گیا۔ پھر ابن خضیر نے یزید بن معقل کو لگایا تو تلوار یزید کے خود کو کاٹتی ہوئی اس کے دماغ تک پہنچی اور گرا تو تلوار اس کے سر میں تھی۔

اسکے بعد ابن خضیر پر رضی منقذ العبدی نے حملہ کیا اور دونوں ایک دوسرے کی گردن پکڑ کر کچھ دیر تک لڑتے رہے۔ آخر ابن خضیر یزید کے سینہ پر چڑھ بیٹھے مگر کعب بن جابر ازدی نے انہیں ایسا نیزہ لگایا کہ نیزہ کا سر ان کی پیٹھ میں گھس گیا۔ ابن خضیر نے جب اپنے نیزہ لگنے کو محسوس کیا تو رضی کو چھوڑ دیا لیکن دانت گڑا کر اسکی ناک کا کنارا کاٹ لیا۔ پھر کعب بن جابر نے تلوار مار کر ابن خضیر کو شہید کر ڈالا۔ تو رضی اپنی قبا سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

اور عمر بن قرظہ انصاری بھی امام حسین کے آگے لڑ کر شہید ہوئے۔ ان کا بھائی عمر بن سعد کے ساتھ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ عمر بن قرظہ قتل ہو گئے تو آواز دی اے حسین اے کذاب بن کذاب تو نے میرے بھائی کو گمراہ کر دیا اور فریب میں لا کر اس کو قتل کر ڈالا۔ امام حسین بولے اللہ نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ ہدایت دی اور تجھکو گمراہ کیا۔ عمر کے بھائی نے کہا اگر میں تجھ کو قتل نہ کروں تو اللہ مجھے برباد کرے یا تیرے سامنے مر جاؤں۔ یہ کہکر حملہ کیا۔ مگر نافع بن ہلال مرادی اس کے سامنے آگئے اور اسکو ایک ہی نیزہ میں گرا دیا۔ اور اُسکے ساتھی اسکو اٹھا کر لے گئے اور علاج کیا تو اچھا ہوا۔

اور حر بن یزید بھی امام حسین کی رفاقت میں زبردست لڑائی لڑے اور یزید بن انصاری کا ان سے مقابلہ ہوا مگر حر کی تلوار سے وہ قتل ہو گیا۔

نافع بن ہلال بھی امام حسین کی مدد میں لڑے اور جب مزاحم بن حریث نے اُن سے مقابلہ کیا تو نافع نے اُس کو قتل کر ڈالا۔

اور اسی طرح دونوں فریق کے درمیان خوب لڑائیاں ہوئیں اور سب میں امام حسین کے جانباز ہی اپنی جنگی طاقت کے سبب غالب رہے۔ اور ان کی حالت یہ تھی کہ وہ موت کے آرزومند تھے اور تلوار ہی ان کی نگراں تھی۔

جنگ کا یہ حال دیکھکر عمرو بن حجاج نے اپنے لوگوں کو پکار کر کہا کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ تم کن سے لڑ رہے ہو۔ تمہاری لڑائی مصر کے سواروں اور ان لوگوں کے مقابلہ میں ہے جو مرنے کا عزم کر چکے ہیں۔ تم میں سے کوئی ان سے نہ لڑے۔ یہ تھوڑے سے ہیں بہت تھوڑا زندہ رہیں گے۔ تمہاری تعداد اسقدر کثیر ہے کہ صرف پتھروں سے ان کو ہلاک کر سکتے ہو۔ عمر بن سعد نے کہا تیری رائے درست ہے۔ اور یہ کہکر اپنے لوگوں کو لڑنے سے روکدیا۔

اسکے بعد عمرو بن حجاج فرات کی طرف سے امام حسین پر حملہ آور ہوا۔ اور لڑائی چھڑ گئی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ مسلم بن عوسجہ اسدی ضرب کھا کر گر پڑے اور عمرو لوٹ چلا۔ جب غبار صاف ہوا تو مسلم بن عوسجہ زمین پر اُفتادہ پائے گئے۔ امام حسین اُن کے پاس گئے تو کچھ روح باقی تھی۔ آپ نے کہا اللہ تجھ پر اپنا رحم کرے۔ کچھ مر چکے ہیں اور کچھ موت کے منتظر ہیں۔ اور حبیب بن مظاہر نے کہا اے مسلم تیری موت مجھ پر گراں ہے۔ تجھے جنت کی خوشی ہو۔ اگر میں یہ نہ جانتا کہ میں بھی تیرے پیچھے تجھ سے ملوں گا تو میری خواہش تھی کہ تو مجھے کچھ وصیت کرتا۔ تاکہ تیرے لائق جو کام ہوتا میں کو میں انجام دیتا۔ مسلم نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے میں تجھے ان کی وصیت کرتا ہوں اور اپنے ہاتھ سے

امام حسین کی طرف اشارہ کیا کہ ان کے آگے تو شہید ہو جا۔ حبیب بن مظاہر نے کہا میں یہ کروں گا۔ اس کے بعد مسلم بن عوسجہ کی روح پرواز کر گئی۔

مسلم بن عوسجہ اسدی کو مسلم بن عبداللہ ضبابی اور عبدالرحمن بن ابی خشکارہ بجلی نے شہید کیا۔

شروع لڑائی میں عمر بن خالد صیداوی۔ جابر بن حارث سلمانی۔ مجمع بن عبداللہ عامری اور عمر بن خالد کا غلام سعد یہ چار شخص اپنی تلواریں کھینچکر دشمنوں پر حملہ آور ہوئے اور ان کے غول میں گھس گئے۔ مگر دشمنوں نے ان کے واپس آنے کا راستہ بند کر دیا۔ تو ادھر سے عباس بن علی نے حملہ کیا پھر وہ نکلے لیکن زخم خوردہ تھے دوبارہ حملہ آور ہوئے۔ اور لڑے اور شروع ہی میں ایک ہی جگہ سب قتل ہو گئے۔

اور ابو الشعثاء یزید بن زیاد کندی تیر انداز تھے، انھوں نے امام حسین کے آگے اپنے دونوں گھٹنوں پر جھکر ایک سو تیر چلائے جس میں پانچ تیر خطا ہوئے اور ہر ایک بار جب وہ تیر پھینکتے تو امام حسین فرماتے اے خدا ان کا نشانہ خطا نہ ہو۔ اور اس کے بدلہ میں انہیں جنت دے۔ اور یہ یزید وہ ہیں جو عمر بن سعد کے ساتھ امام حسین سے لڑنے آئے تھے۔ مگر جب امام حسین کی شرطیں نامنظور ہوئیں تو امام حسین کی جماعت میں چلے آئے۔ اور ان کے آگے لڑ کر شہید ہوئے۔

پھر شمر بن ذی الجوشن نے عمر بن سعد کی میسرہ کے ساتھ ہر طرف سے امام حسین کے جانبازوں پر حملہ کیا۔ لیکن امام حسین کے جانباز ثابت قدم رہے اور نیزوں سے انکا مقابلہ کیا اور بہادر سواروں نے خوب امام حسین کی حفاظت کی اور کلبی نے دو اول اور دو آخر چار شخصوں کو قتل کیا۔ اور زبردست لڑائی لڑے۔ پھر تمیم اللہ بن ثعلبہ کے

دو آدمی ہانی بن ثبیت حضرمی اور بکیر بن حی تیمی نے ان کو شہید کیا۔

امام حسین کے جانباز ساتھیوں نے بڑی سرگرمی کے ساتھ جنگ کی۔ ان میں بتیس ۳۲ سوار تھے۔ ان لوگوں نے جدھر بھی کوفی سواروں پر حملہ کیا انہیں ہٹا دیا۔

عروہ بن قیس کوفی سواروں کا امیر تھا۔ یہ حالت دیکھکر اس نے عمر بن سعد کے پاس آدمی بھیجا اور کہا دیکھتا ہے ان چند آدمیوں نے میرے سواروں کی کیا گت بنا رکھی ہے۔ ان لوگوں پر پیادہ لشکر اور تیر اندازوں کو چھوڑ

عمر بن سعد نے حصین بن نمیر کے ماتحت پانسو تیر اندازوں کا ایک دستہ روانہ کیا جس نے حصین بن نمیر کے حکم سے امام حسین کے لوگوں پر اس قدر تیر پھینکے کہ سواروں اور پیادہ لشکر کو زخمی کر ڈالا۔

اور جب حر بن یزید کا گھوڑا خود حر سے زخمی ہو گیا تو وہ گھوڑے سے اتر کر تلوار چلانے لگے۔ لیکن وہ لوگ بہت سے جمع ہو گئے جن میں سے دو کوفی سوار ایوب بن مسرح اور ایک دوسرے آدمی نے ملکر اُن کو شہید کیا۔

امام حسین کے ساتھیوں نے دوپہر تک دشمنوں کیساتھ نہایت زبردست مقابلہ کیا آخر میں عمر بن سعد نے جب یہ دیکھا کہ امام حسین کے گروہ پر اس کی فوج کے حملہ کرنے کا صرف ایک راستہ باقی رہگیا ہے۔ کیونکہ تین طرف سے خیمے تنے ہوئے تھے تو اس نے حکم دیا کہ کچھ لوگ بھاگے دہنی اور بائیں جانب کے گھروں کو اجاڑ دیں۔ تاکہ ان لوگوں کا محاصرہ کیا جا سکے۔ ادھر امام حسین کے لوگ یہ کرنے لگے کہ تین چار آدمی گھروں میں چھپ جاتے اور جب کوئی

گھروں کو اُجاڑتا تو اسے قتل کر ڈالتے اور نزدیک سے اس پر تیر پھینک کر اس کو زخمی کرتے۔ یہ دیکھکر عمر بن سعد نے ان گھروں میں آگ لگا دینے کا حکم دیا۔ امام حسین نے کہا انہیں آگ لگانے دو اس لیے کہ آگ لگانے کے بعد ان کو تمہارے پاس آنے کا موقع نہ ملے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ادھر کلبی کی عورت اس کے پاس بیٹھی ہوئی اس کے چہرے سے مٹی پونچھ رہی تھی اور کہتی جاتی تھی تو نے آسانی سے جنت پالی کہ اتنے میں شمر کے حکم سے رستم نامی ایک غلام نے اُس کے سر پر ایک گرز لگایا اور اُسی جگہ شہید ہوگئی اور شمر بن ذی الجوشن حملہ کرتا ہوا امام حسین کے خیمہ تک پہنچا اور آواز دی۔ آگ لاؤ تاکہ اس گھر کو اور گھر والوں کو جلا دوں۔ یہ سنکر عورتیں گھر سے باہر نکل آئیں۔ لیکن شبث بن ربعی نے منع کیا تو واپس ہوا اور زہیر بن قین نے دس جوانوں کے ساتھ اس پر حملہ کیا۔ اور گھر کے نزدیک سے اسکو بھگا دیا۔ اور شمر کے سپاہیوں میں سے ایک آدمی ابو عزہ ضبابی کو قتل کر ڈالا۔ پھر شمر کے لوگوں نے بھی کثیر تعداد میں ان پر حملہ کیا۔ مگر چونکہ امام حسین کے لوگوں کی تعداد کم تھی اس لئے ان کے گروہ میں سے ایک یا دو آدمی بھی مارے جاتے تو ظاہر ہو جاتا اور دشمن لوگ زیادہ تعداد میں تھے اس لئے ان میں اگر کوئی قتل ہوتا تو پتہ نہ چلتا ظہر کا وقت ہوا تو امام حسین نے کہا لوگوں سے کہو کہ نماز پڑھنے تک لڑائی بند کر دیں۔ حصین بن نمیر نے کہا نماز قبول نہ ہوگی۔ حبیب بن مظاہر نے کہا تو غدار یہ سمجھتا ہے تم لوگوں کی نماز قبول ہو۔ اور رسول خدا کی اولاد کی نماز قبول نہ ہو۔ پھر تو حصین بن نمیر نے حبیب بن مظاہر پر حملہ کیا تو حبیب نے بڑھ کر اس کے گھوڑے کے منہ پر ایک تلوار لگائی جس سے گھوڑا بھڑکا اور حصین بن نمیر نیچے آگیا۔ مگر اس کے ساتھیوں نے اُس کو اٹھالیا

پھر حبیب نے بنی تمیم کے ایک آدمی بدیل بن صریم کو قتل کر ڈالا۔ اور بنی تمیم کے
ایک دوسرے شخص نے حبیب پر حملہ کیا۔ اور انہیں ایک نیزہ مارا۔ حبیب
اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ حصین نے ان کے سر پر ایک تلوار ماری اور وہ گر گئے
اور تمیمی نے پہنچکر ان کا سر کاٹ لیا۔ حصین نے تمیمی سے کہا اس کے قتل کرنے میں
میری شرکت بھی ہے۔ کسی دوسرے نے کہا نہیں۔ پھر حصین نے کہا اس کو مجھے دو
کہ میں گھوڑے کی گردن میں لٹکاؤں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس کے قتل کرنے
میں میں بھی شریک تھا پھر اسکو اٹھا کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جاوہ جو کرے
مجھکو اس سے کوئی مطلب نہیں۔ چنانچہ حصین نے ان کو گھوڑے کی گردن میں
باندھکر تمام لشکر میں دوڑایا۔ اس کے بعد تمیمی کے حوالہ کیا۔

اور امام حسین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ظہر کے وقت خوف کی نماز پڑھی۔

اور زہیر بن قین نہایت سرگرمی اور جانبازی کے ساتھ لڑے۔ آخر کثیر بن عبداللہ
شعبی اور مہاجر بن اوس نے حملہ کرکے ان کو شہید کیا۔

نافع بن ہلال بجلی کے تیروں کی چٹکیوں پر ان کا نام لکھا ہوا تھا اور وہ زہر
سے بجھائی ہوئی تھیں انھوں نے زخمیوں کی تعداد کے ماسوا ان سے بارہ آدمیوں کو
ہلاک کیا تھا۔ جب ان کو تلوار کی ضرب لگی اور دونوں بازو ٹوٹ گئے تو گرفتار ہوئے
اور شمر بن ذی الجوشن ان کو پکڑ کر عمر بن سعد کے پاس لے گیا تو اس وقت ان
کے چہرے سے خون جاری تھے۔ اور وہ کہتے جاتے تھے میں نے زخمیوں کے علاوہ
بارہ آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ اگر میرے بازو اور کلائی باقی رہتے تو تم لوگ
مجھے گرفتار نہ کرتے۔ پھر شمر نے انہیں قتل کرنے کو جب ان پر تلوار کھینچی تو نافع نے
کہا خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو تجھے یہ گراں ہوتا کہ ہم لوگوں کو قتل کرکے اللہ تعالیٰ

کے یہاں جائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے برے بندوں سے بھلوں
کو شہید کرایا اس کے بعد شمر نے ان کو شہید کیا۔

پھر شمر امام حسین کے ساتھیوں پر حملہ آور ہوا مگر ان لوگوں نے دیکھا کہ دشمن
کی تعداد کثیر ہے اور یہ لوگ ان کے حملوں سے نہ امام حسین کو بچا سکتے ہیں
اور نہ اپنے آپ کو اسلئے یہ بات طے ہوئی کہ امام حسین کے آگے لڑ کر
قتل ہو جائیں۔ چنانچہ عروہ غفاری کے دو بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمٰن امام حسین
کے آگے دشمنوں سے لڑنے لگے اور قتل کئے گئے۔

پھر حنظلہ بن سعد شامی امام حسین کے آگے آئے اور پکارا اے کوفیو! میں
ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن تمہارا کیا حال ہوگا تم لوگ امام حسین کو
قتل نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب نازل کر کے تمہیں ہلاک کرے۔ جھوٹا آدمی
نامراد رہتا ہے۔ پھر آگے بڑھکر لڑے اور قتل ہو گئے۔

اور دو بہادر جوانمرد سیف بن حارث بن سریع اور مالک بن عبد بن سریع
نے جو آپس میں چچازاد اور اخیافی بھائی تھے۔ امام حسین کو الوداع کہا اور لڑ کر
مارے گئے

عابس بن ابی شبیب شاکری اور شاکر کا غلام شوذب یہ دونوں امام حسین کے
پاس آئے اور سلام کیا اور آگے بڑھکر لڑنے لگے مگر شوذب قتل ہو گئے اور عابس
نے لڑنے کو بلایا تو اسکی بہادری کے سبب لوگ ان کے پاس جانے سے ڈرے
اس لئے عمر نے حکم دیا کہ اسکو پتھر سے مارو چنانچہ ہر طرف سے ان پر پتھر برسنے
لگے یہ دیکھکر عابس نے اپنی زرہ اور خود کو پھینک دی اور ان پر اس طرح حملہ آور ہوئے
کہ دشمن امام حسین کے آگے سے بھاگ چلے مگر دشمنوں نے دوبارہ حملہ کر کے انھیں

شہید کیا۔ پھر ان میں سے بہتوں نے انکو اپنے اپنے قتل کرنے کا دعویٰ کیا۔

ضحاک بن عبداللہ مشرقی نے جب دیکھا کہ امام حسین کے سارے جاں باز مارے گئے اور صرف دو آدمی بچے ہیں تو امام حسین کے پاس آئے اور عرض کی اے رسول اللہ کے فرزند آپ کو یہ معلوم ہے کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ جب تک لڑنے والا دیکھوں گا آپ کی طرف سے لڑوں گا۔ مگر اب تو میں کوئی لڑنے والا نہیں دیکھتا اس لئے میں رخصت ہونا چاہتا ہوں۔ امام حسین نے فرمایا تو نے سچ کہا، لیکن بچنا چاہے تو کیونکر بچ سکتا ہے۔ کیونکہ دشمنوں کے نشانہ پر ہے۔ اور ضحاک نے اپنا گھوڑا اس خیمہ میں رکھا تھا جو گھروں کے بیچ میں تھا اور جس میں آپ کے جانبازوں کے زخم خوردہ گھوڑے رہتے تھے۔ ضحاک نے پاپیادہ جنگ کی تھی اور دو آدمیوں کو قتل کیا تھا اور ایک کا ہاتھ کاٹا تھا جب امام حسین نے جانے کی اجازت دی تو خیمہ سے اپنا گھوڑا نکالا اور پیٹھ پر سوار ہو کر دشمنوں کی ایک جانب میں حملہ کیا۔ اور راستہ جو ملا تو یہ ان کے نرغہ سے باہر نکل گئے۔ پھر پندرہ آدمیوں نے اُن کا پیچھا کیا مگر نہ پا سکے۔

اب امام حسین کے رفقاء میں سے دو شخص سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی اور بشیر بن عمر حضرمی باقی بچے تھے وہ بھی لڑ کر شہید ہو گئے۔

امام حسین کے جتنے رفقا شہید ہوئے ان میں سوید بن عمرو سب سے پچھلے شخص تھے۔ ان کے بعد امام حسین کے ساتھ صرف اہل بیت رہ گئے تو ان میں سے علی اصغر ابن حسین نے دشمنوں پر حملہ کیا یہ نہایت خوبصورت تھے سن ۱۹ سال تھا اور حملہ کرتے وقت آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

أَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ نَحْنُ وَرَبِّ الْبَيْتِ أَوْلَىٰ بِالنَّبِيِّ

میں علیؑ ہوں حسینؑ بن علیؑ کا بیٹا ہوں۔ رب کعبہ کی قسم ہم لوگ نبی کے ساتھ تعلق رکھنے کے سبب افضل ہیں۔

تَاللّٰہِ لَا یَحْکُمُ فِیْنَا ابْنُ الدَّعِیِّ

خدا کی قسم حرامی کا لڑکا ہم پر حکومت نہیں کر سکتا

علی اصغر کئی بار یہ شعر پڑھ چکے تو مرہ بن منقذ العبدی نے ان پر حملہ کیا اور ایک ایسا نیزہ لگایا کہ وہ گر گئے اور دوسرے لوگوں نے اپنی تلواروں سے کاٹ کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ امام حسین نے یہ دیکھکر کہا اے پیارا بچہ اللہ ان کو ہلاک کرے جنھوں نے تجھکو قتل کیا۔ اللہ اور رسول کے بے حرمت کرنے میں یہ کس قدر دلیری ہے۔ تیرے بعد دنیا پر خاک ہے۔ امام حسین کے ساتھ اور لوگ بھی ان کے پاس پہنچے تو امام حسین نے کہا کہ اپنے بھائی کو اٹھاؤ بھائیوں نے مقتل سے اُٹھا کر اُس خیمے کے سامنے لاکے رکھا جس کے آگے دشمن سے لڑ رہے تھے۔

یہ دیکھکر امام حسین کی بہن زینب جو حسن میں گویا آفتاب تھیں پردہ سے باہر نکل آئیں اور ہائے پیارا بھائی اور ہائے پیارے بھائی کا لال کہکر علی اصغر کی صورت دیکھنے کو جھک پڑیں مگر امام حسین نے اُن کو خیمہ کی طرف واپس کیا۔

ابو طالب کے فرزندوں میں اس روز سب سے پہلے یہی شہید ہوئے۔

پھر عمر بن سعد کی فوج میں سے ایک شخص عمرو بن صبیح صدائی نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل پر ایک تیر پھینکا انہوں نے تیر روکنے کو پیشانی پر اپنی ہتھیلی رکھی مگر تیر ہتھیلی پر اس طرح لگا کہ پیشانی تک جا پہنچا اور دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ایسا ملایا کہ ہتھیلی کو پیشانی سے جدا نہ کر سکے۔ ابن جریر اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ان پر ایک اور تیر چلایا جس نے ان کے قلب کو چاک کر دیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔

اور مفید کی روایت ہے کہ پھر ایک دوسرے آدمی نے ان کے قلب میں ایک نیزہ لگایا جس سے وہ شہید ہوئے۔

اور دشمنوں نے ان لوگوں پر ہر طرف سے حملے شروع کر دئے۔ عبداللہ بن قطبہ طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر پر حملہ کرکے ان کو شہید کیا اور عامر بن نہشل تمیمی نے محمد بن عبداللہ بن جعفر کو ہلاک کیا۔

پھر قاسم بن حسن بن علی ہاتھ میں تلوار لئے معرکہ میں آئے اور وہ کم سن تھے اُن کا چہرہ گویا چاند کا ایک ٹکڑا تھا۔ عمرو بن سعد بن نفیل ازدی نے ان کے سر پر ایک تلوار لگائی جس سے قاسم منہ کے بل زمین پر گرے اور ہائے چچا کہہ کر پکارا یہ سنکر امام حسین ایک شکاری پرندہ چرغ کی طرح ٹوٹے اور اس طرح حملہ آور ہوئے جیسے غصہ کی حالت میں کوئی شیر حملہ کرتا ہے اور عمرو بن سعد پر ایک تلوار چلائی اور اس نے کلائی سے روکا تو کہنی سے اس کا ہاتھ کٹ گیا جس کی تکلیف سے اس نے ایک چیخ ماری۔ کوفی سوار اس کو بچانیکے لئے حملہ آور ہوئے اور اپنے سینوں کے بل اس کی طرف چلے اور اپنے گھوڑوں کو دوڑایا مگر اتفاق یہ کہ ان سواروں کے گھوڑوں نے اُس کو اس طرح روند ڈالا کہ وہ اُسی جگہ مر گیا۔

اور غبار صاف ہوا تو قاسم اپنے پیروں کو زمین پر رگڑ رہے تھے اور امام حسین ان کے سر کے نزدیک کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے۔ قاسم جنھوں نے تجھکو قتل کیا ہے اُن پر خدا کی لعنت قیامت کے دن تیرے نانا اُن سے تیرا بدلہ وصول کریں گے۔ خدا کی قسم تیرے چچا کو یہ شاق گذرا کہ تو نے اس کو بلایا اور اس نے تجھکو جواب نہ دیا یا جواب دیا تو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکا یہ وہ دن ہے جس میں ظالموں کی کثرت اور مددگاروں کی کمی ہے۔ پھر امام حسین نے ان کو اپنے سینہ پر اٹھایا

اور اس جگہ لاکے رکھا جہاں ان کے بیٹے علی اور اہل بیت کے دوسرے شہیدوں کی لاشیں تھیں۔

پھر جب امام حسین خیمہ کے آگے بیٹھے تو اُن کا ایک بچہ عبداللہ آن کے پاس لایا گیا۔ انھوں نے اُس کو گود میں بٹھایا مگر بنی اسد کے ایک آدمی نے تیر پھینک کر اس بچہ کو ذبح کر ڈالا اور ذبح کرنے سے جو خون جاری ہوا اُس کو امام حسین نے اپنی ہتھیلی میں لیا اور خون سے جب ہتھیلی بھر گئی تو آپ نے اُس کو زمین پر پھینکا اور مذبوح بچہ کو شہدائے اہل بیت کے نزدیک لاکے رکھا۔

اور عبداللہ بن عقبہ غنوی نے ابوبکر بن حسن بن علی پر تیر چلایا اور ان کو شہید کیا۔

جب عباس بن علی نے دیکھا کہ ان کی جماعت میں بہت زیادہ لوگ قتل ہو گئے تو انھوں نے عبداللہ جعفر اور عثمان کو کہا جو اُن کے اخیافی بھائی تھے کہ بڑھو تاکہ میں دیکھوں کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ ہو اور لوگوں کا خیال ہے کہ انھوں نے یہ بھی کہا کہ تم لوگ بڑھو میں تمہارا وارث ہوں اس لئے کہ تم لوگوں کو کوئی اولاد نہیں ہے۔ چنانچہ عبداللہ بڑھے اور سخت لڑائی لڑے اور ان میں اور ہانی بن ثبیت میں مقابلہ ہوا اس طرح کہ دونوں نے ایک دوسرے کو ایک ایک مار ماری مگر ہانی نے ان کو قتل کیا۔

عبداللہ کے بعد جعفر بن علی بڑھے مگر ہانی نے ان کو بھی قتل کیا۔

اور اپنے دونوں بھائیوں کے بعد اُن کی جگہ پر عثمان آئے تو خولی بن یزید اصبحی نے انھیں ایک تیر مارا اور وہ گر گئے۔ پھر بنی ابان بن دارم کا ایک شخص حملہ آور ہوا اور اس نے سر کاٹ لیا۔

اور بنی ابان ہی کے ایک شخص نے محمد بن علی بن ابی طالب پر تیر پھینکا اور

انہیں قتل کیا۔

اور انہی خیموں میں سے کسی سے ایک لڑکا نکلا جو آل حسین میں سے تھا اور خیمہ کی لکڑی کو پکڑ کر اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے وہ خوفزدہ ہو کہ اتنے میں ایک آدمی نے اس پر حملہ کیا اور اُسکو قتل کر ڈالا۔ کہا جاتا ہے کہ ہانی بن ثبیت نے اُسکو قتل کیا۔

امام حسین کو سخت پیاس تھی اُنھوں نے آگے اپنے بھائی عباس کو کیا اور پانی پینے کو فرات کے قریب آئے تو عمر بن سعد کی فوج حائل ہوئی اور حصین بن نمیر نے امام حسین کو ایک تیر مارا جو اُن کے منہ پر لگا۔ امام حسین نے تیر کو نکالا اور منہ سے جو خون جاری ہوا اُس کو آپ نے ہاتھ میں لیا اور جب دونوں ہتھیلیاں خون سے بھر گئیں تو اُس خون کو آسمان کی طرف پھینکا۔ پھر امام حسین اسی طرح شدید تشنگی کی حالت میں اپنی جگہ واپس ہوئے اور عباس کو دشمنوں نے جو گھیرا تو وہ امام حسین سے جدا ہو گئے اور تنہا لڑنے لگے مگر جب وہ زخموں سے بہت چور ہوئے اور حرکت کرنے کی تاب و طاقت باقی نہ رہی تو یزید بن ورقا حنفی اور حکیم بن طفیل سنبسی نے اُن کو شہید کیا۔

جب امام حسین اپنے خیمہ کی طرف لوٹے تو شمر بن ذی الجوشن نے اپنے جوانوں کو اُن کی طرف بڑھایا جن میں چند نامی جوان ابوالجنوب عبدالرحمن جعفی قشعم بن عمرو بن یزید جعفی صالح بن وہب یزنی سنان ابن انس نخعی خولی بن یزید اصبحی تھے۔ اور جب امام حسین کے حملہ کرنے سے شمر کے سپاہی بھاگتے تو وہ انہیں للکارتا۔ آخر ان لوگوں نے امام حسین کو گھیرا اور کندہ کا ایک آدمی مالک بن نسیر تیزی سے آپ کی طرف لپکا اور سر پر ایک تلوار لگائی سر پر ٹوپی تھی تلوار نے ٹوپی کو کاٹکر سر کو زخمی کیا اور ٹوپی خون سے سرخ ہو گئی۔ امام حسین نے ٹوپی

اُتاری اور سر کو ایک ٹکڑا کپڑے سے باندھکر ایک دوسری ٹوپی اوڑھی اور اس پر عمامہ باندھا۔

تیم اللہ بن ثعلبہ کے ایک شخص بحر بن کعب نے جب امام حسین پر تلوار چلائی تو عبداللہ بن حسن بن علی جو ابھی سن بلوغ کو نہ پہنچے تھے آپ کی بغل میں آکے کھڑے ہوگئے اور بولے اے خبیث عورت کا بیٹا تو میرے چچا کو قتل کرتا ہے۔ یہ سن کر بحر نے عبداللہ پر تلوار کھینچی اُنہوں نے ہاتھ بڑھا کر روکا تو چمڑا سمیت ہاتھ کٹ گیا اور ایک چیخ ماری امام حسین نے اُن کو پکڑ لیا اور کہا اے بھتیجے اپنی مصیبت پر صبر کر اللہ تجھے تیرے پاک باپوں کے پاس پہنچائیگا۔ اور یہ دعا کی کہ اے اللہ تو ان اعدا پر آسمان کا پانی بند کردے اور زمین کی برکتیں ان سے چھین لے جب تک یہ زندہ رہیں انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال اور ان کی جماعت میں انتشار اور پراگندگی پیدا کر۔ ان لوگوں نے ہمیں بلایا تھا کہ یہ ہماری مدد کریں گے لیکن انہوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہماری جان لی۔

پھر آپ نے پیادہ لڑنے والوں سے مقابلہ کیا تو وہ سب بھاگ چلے۔

امام حسین کی طرف جب تین یا چار آدمی بچے تو امام حسین نے آنکھوں کی خیرہ کرنے والی یمنی شلوار مانگی اور رکھو لکر اس کو پہنا تا کہ قتل ہونے کے بعد کوئی اسکو اُتار نہ سکے۔ کسی نے کہا اس کے اندر جانگھیا پہن لیجیے کہا یہ ذلیل لباس ہے۔ یہ مجھے نہ پہننا چاہیئے۔ پھر آپ اپنے کو دشمنوں کے حملوں سے بچانے لگے اور وہ تین آدمی جو آپ کو بچا رہے تھے شہید ہوگئے۔

اور شمر دس پا پیادہ سپاہی لیکر امام حسین کی منزل تک پہنچا اور خیمہ کو لوٹنا چاہا تو امام حسین نے کہا تم لوگ غارت ہو جاؤ اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے تو

آزاد ہو۔ عنقریب میری چیزیں تم لوگوں پر حلال ہو جائینگی یہ سنکر شرم سے لوٹ گیا۔
اور جب امام حسین کا بدن اور سر زخموں سے چور چور ہو چکا اور آپ تنہا رہ گئے اور دہنی و بائیں جانب سے آپ پر حملہ شروع ہوا تو کبھی آپ اپنی دہنی طرف حملہ آور ہوتے اور کبھی بائیں جانب۔ اور جدھر بھی حملہ آور ہوتے دشمنوں کی جماعت میں بھگدر مچی اور کوئی ایسا شکست خوردہ جس کے بچے خاندان کے لوگ اور کل ساتھی قتل ہو جائیں امام حسین سے بڑھکر بہادر دل کا مضبوط اور پیش قدمی کرنے میں دلیر نہیں دیکھا گیا۔ حالت یہ تھی کہ اعدار کی پا پیادہ فوج آپ کی دہنی اور بائیں جانب میں اس قسم سے بھاگتی جیسے بھیڑیا کے حملہ کرنے کے وقت بکریاں بھاگیں۔
اسی حالت میں زینب یہ کہتی ہوئی نکلیں کاش زمین پر آسمان گر پڑتا اور عمر نزدیک ہی کھڑا تھا اس سے کہا عمر امام حسین قتل کئے جائیں اور تو کھڑا دیکھے یہ سنکر اس کی آنکھ سے اس قدر آنسو بہے کہ داڑھی اور دونوں رخسار تر ہو گئے۔ اور زینب کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔
امام حسین کے بدن پر تسر کا جبّہ تھا سر پر نیلا عمامہ باندھے تھے اور پیادہ پا لڑ رہے تھے جیسے کوئی بہادر سوار لڑتا ہو۔ نشانہ سے بچتے اور موقع پا کر پھرتی سے دشمن پر حملہ آور ہوتے۔ اور کہتے جاتے کیا تم لوگ مجھے قتل کرنے آئے ہو۔ خدا کی قسم میرے بعد تم کسی ایسے بندۂ خدا کو قتل نہ کرو گے۔ جو اپنے قتل کی وجہ سے تم پر مجھ سے زیادہ خفا ہو۔ مجھے امید ہے کہ تمہارے ذلیل کرنے سے اللہ تعالیٰ مجھے عزت دے گا اور تمہاری بے خبری میں تم سے میرا بدلہ لے گا۔
اور آپ دیر تک لڑتے رہے حالانکہ اگر اعدا آپ کو قتل کرنا چاہتے تو قتل کر سکتے تھے مگر ہمت نہ پڑتی اور ایک دوسرے کو بڑھاتا اور ایک جماعت دوسری

جماعت پڑ گئی۔

یہ حالت دیکھ کر شمر نے اپنے سواروں کو پکارا تو وہ سب پیادہ سپاہ کی پیٹھ پر چلے آئے اور تیر اندازوں کو حکم دیا کہ تیر مارو یہ لوگ تیر مارنے لگے تو آپ رک گئے اس کے بعد تیر انداز بھی آپ کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔

پھر شمر نے پکار کے کہا افسوس تم لوگ مر جاؤ تمہاری مائیں تم پر روئیں اس شخص کو دیکھتے کیا ہو۔ شمر کا یہ کہنا تھا کہ ہر طرف سے آپ پر حملے ہوئے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کی بائیں ہتھیلی پر ایک تلوار لگائی تو وہ کٹ گئی۔ ایک دوسرے نے مونڈھے پر مارا کہ آپ منہ کے بل جھک بیٹھے اور دشمن لوگ ہٹ گئے اور آپ کی حالت یہ تھی کہ آپ کھڑے ہوتے اور جھکتے۔ اور اسی حالت میں سنان بن انس نخعی آپ پر حملہ آور ہوا اور ایک ایسا نیزہ لگایا کہ آپ گر گئے اور خولی بن یزید اصبحی نے جلدی سے اتر کر سر کاٹنا چاہا مگر کانپ گیا اور نہ کاٹ سکا۔ ابن جریر اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سنان نے کہا کہ اللہ نے تیرے بازو کو بے قوت کر دیا یہ کہکر گھوڑے سے اترا اور ذبح کر کے سر کاٹا۔ اور خولی بن یزید کے حوالہ کیا مفید نے بیان کیا ہے کہ بازو کو بے قوت کرنے کے متعلق شمر نے کہا تھا اور اسی نے گھوڑا سے اتر کر آپ کو ذبح کیا۔ اور سر خولی بن یزید کو دیا۔

اس کے بعد امام حسین کے بدن پر جو کچھ تھا اتار لیا گیا۔ اسحاق بن حیوہ حضرمی نے قمیص لی۔ بحر بن کعب نے شلوار پر قبضہ کیا۔ قیس بن اشعث کو تبر کی چادر ملی۔ اس لئے بعد میں اسکو چادر کا قیس کہتے تھے۔ اخنس بن مرثد حضرمی نے عمامہ لیا۔ اسود اودی نے جوتے لئے۔ دارم کے ایک آدمی نے تلوار رکھی۔ اور امام حسین برہنہ چھوڑ دئے گئے۔

دشمنوں نے امام حسینؑ کے کپڑے اونٹ اسباب اور سارا سرمایہ سے لئے اور عورتوں کی تمام چیزیں چھین لیں، یہاں تک کہ زبردستی عورتوں کی پیٹھ پر سے کپڑے اُتار لئے۔

تیر کی ماروں کے علاوہ امام حسینؑ کے بدن میں نیزے کے تینتیس ۳۳ اور تلوار کے چونتیس ۳۴ زخم پائے گئے۔

سوید بن ابی المطاع زخم کھا کر شہیدوں میں پڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے سنا کہ امام حسینؑ شہید ہوگئے اس سے انہوں نے ذلت محسوس کی اور فوراً کھڑے ہوگئے۔ تلوار تو ہاتھ میں تھی نہیں صرف ایک چھری رہ گئی تھی اسی چھری سے لڑنے لگے آخر کچھ دیر کے بعد عروہ بن بطان تغلبی اور زید بن رقاد جنبی نے ان کو شہید کیا۔ اور سب سے آخر میں ان ہی کی شہادت ہوئی۔

پھر دشمن علی بن حسین زین العابدینؑ کے پاس پہنچے ان کو دست آ رہے تھے اور وہ اپنی شدت علالت میں بستر پر پڑے ہوئے تھے شمر نے ان کو بھی قتل کرنا چاہا مگر حمید بن مسلم نے کہا سبحان اللہ کیا بچوں کو بھی قتل کرے گا اور اس کے ساتھ پیادہ سپاہ کی ایک جماعت تھی۔ ان سب نے بھی کہا کہ ہم اس بیمار کو قتل نہ کریں گے۔

اور عمر بن سعد پہنچا تو عورتیں اس کو دیکھکر رونے چلانے لگیں۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو کہا تمہارا کوئی آدمی ان عورتوں کے گھروں میں نہ داخل ہو۔ اور اس علیل بچہ کو قتل نہ کرو۔ اور جس نے ان کی جو چیز لی ہے اسے واپس کردے لیکن کوئی چیز واپس نہ کی گئی۔

لوگوں نے سنان بن انس نخعی کو کہا کہ تو نے حسینؑ کو قتل کیا جو فاطمہ بنت

رسول اللہ اور علی کے فرزند تھے تونے اس آدمی کو مارا جو عرب میں بڑا مخدوش تھا۔ اور اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ ان امیروں کی حکومت کو مٹا یگا تو اپنے امیروں کے پاس جا اور اُن سے انعام طلب کر۔ اگر وہ اس صلہ میں تجھے اپنے گھروں کے خزانے بھی حوالہ کردیں تو تھوڑا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر عمر بن سعد کے خیمہ کے منہ پر کھڑا ہو گیا۔ اور نہایت بلند آہنگی سے کہا۔

اَوْقِرْ رِکَابِیْ فِضَّۃً وَّذَھَبَا ۔۔۔ اِنِّیْ قَتَلْتُ السَّیِّدَ الْمُحَجَّبَا

میری سواری کو سیم وزر سے بھردے۔ میں نے پردہ میں رہنے والے سردار کو قتل کیا ہے۔

قَتَلْتُ خَیْرَ النَّاسِ اُمًّا وَّاَبَا ۔۔۔ وَخَیْرُھُمْ اِذْ یَنْسِبُوْنَ نَسَبَا

میں نے اس آدمی کو قتل کیا ہے جس کے ماں اور باپ دونوں ہی نسب میں سب لوگوں سے بہتر ہیں۔

سنان بن انس نخعی کے اس کلام کو سنکر عمر بن سعد نے کہا میں تجھے پاگل سمجھتا ہوں اسکو میرے پاس لاؤ جب وہ نزدیک آیا تو اُس کو چھڑی سے مارا اور کہا دیوانہ تو اس طرح کی بولی بولتا ہے۔ خدا کی قسم اگر ابن زیاد سنتا تو تیری گردن مارتا۔

عمر بن سعد نے امام حسین کی شہادت کے بعد ان کے ساتھیوں میں سے رباب کلبیہ کے غلام عقبہ بن سمعان کو پکڑا (رباب کلبیہ امرئ القیس کی بیٹی اور امام حسین کی بیوی تھیں) اور پکڑ کر چاہا کہ اس کی گردن ماردے مگر جب اس نے کہا کہ میں غلام ہوں اور دوسرے کی ملک ہوں تو اسکو چھوڑا اور امام حسین کے ساتھیوں میں ایک غلام بچا اور دوسرا مرقع بن ثمامہ اسدی جس نے تیر چلایا اور گھٹنوں کے بل بیٹھکر لڑا۔ اور جب اسکی قوم کے لوگوں نے آکر اسکو بچایا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ چلا گیا۔ اور ابن زیاد کو خبر پہنچی تو اُسکو زارہ نکال باہر کیا احمد بن داؤد دینوری کا بیان ہے کہ عمر بن سعد نے اسکو ابن زیاد کے یہاں بھیجا اور ابن زیاد نے اسکو ربذہ چلا دیا۔ اور وہیں

رہا۔ مگر جب یزید ہلاک ہوا اور عبید اللہ بن زیاد شام بھاگا تو مرقع پھر کوفہ واپس آیا۔
عمر بن سعد نے خیمہ اور عورتوں کے گھروں اور علی بن حسین کو اپنی ایک جماعت کے سپرد کیا جو اس کے ساتھ تھی اور کہا کہ ان کی حفاظت کرو تاکہ ان میں کوئی نکل نہ جائے اور انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔ پھر اپنے خیمہ کے پاس آیا اور آواز دی کون ہے جس کا گھوڑا حسین کو کچلے۔ اس آواز پر دس آدمی آئے۔ جن میں دو آدمی اسحاق بن حیوہ اور اخنس بن مرثد تھے۔ ان لوگوں نے امام حسین کی لاش بے سر کو اپنے گھوڑوں سے پائمال کر کے ان کے سینہ اور پشت کو چور چور کر دیا۔
امام حسین کی جماعت میں بہتر ۷۲ اصحاب شہید کئے گئے جن میں آپ کے اہل بیت میں سے یہ تھے۔ آپ کے چار بھائی عباس عبد اللہ جعفر اور عثمان اور ان چاروں کی ماں ام البنین بنت حزام تھیں۔ اور دو بھائی عبد اللہ اور ابو بکر۔ اور ان دونوں کی ماں لیلی ثقفیہ بنت مسعود تھیں۔ اور ایک بھائی محمد جنکی ماں ام ولد تھیں۔ اور امام حسین کے دو بیٹے علی اور عبد اللہ اور آپ کے بڑے بھائی امام حسن کے تین لڑکے قاسم ابو بکر عبد اللہ اور عبد اللہ بن جعفر کے دو بیٹے محمد اور عون اور عقیل بن ابی طالب کے پانچ لڑکے عبد اللہ جعفر عبد الرحمن محمد بن ابی سعید بن عقیل اور عبد اللہ بن مسلم بن عقیل یہ انیس ۱۹ اصحاب آپ کے اہل بیت میں سے تھے۔ اور مفید نے کل سترہ ۱۷ نفوس لکھے ہیں۔ اور محمد بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن مسلم کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ابن جریر اور ابن اثیر نے ان دونوں کو طف کے شہیدوں میں شمار کیا ہے۔ اور مفید نے امام حسین کے ان اہل بیت کے ناموں کی فصل میں ذکر نہیں کیا ہے۔ جو کربلا کے طف میں شہید ہوئے۔
عمر بن سعد کے لشکر میں زخم خوردوں کے ماسوا اٹھاسی آدمی قتل ہوئے۔

دسویں محرم ۶۱ھ بعد نماز ظہر امام حسین کی شہادت ہوئی۔

عاشورہ کے روز ہی امام حسین کے قتل ہونے پر عمر بن سعد نے ان کا سر خولی بن یزید اصبحی اور حمید بن مسلم ازدی کی معرفت عبید اللہ بن زیاد کے یہاں بھیجا۔

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام حسین کے شہیدوں کی کل تعداد اصحاب اور اہل بیت سمیت بہتر ۷۲ تھی۔ عمر بن سعد نے ان سبھوں کے سروں کو کٹوا کر شمر بن ذی الجوشن قیس بن اشعث عمرو بن حجاج اور عروہ بن قیس کے حوالہ کئے تاکہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس لیجائیں۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب عمر نے امام حسین کا سر ابن زیاد کے یہاں بھیجا تو اسکے ساتھ آپ کے اور شہیدوں کے سر بھی تھے۔ اور یہی مشہور ہے۔ احمد بن داؤد دینوری نے بیان کیا ہے کہ شہیدوں کے سروں کو نیزوں پر اٹھاکے لیگئے۔

خولی بن یزید جب سر لے کر کوفہ پہنچا تو دیکھا کہ قلعہ کا پھاٹک بند ہے اس لئے اپنے گھر واپس آیا اور سر کو مٹی کے مرتبان کے نزدیک رکھدیا۔ اسکو دو بیویاں تھیں ایک بنی اسد سے تھی اور دوسری حضرمیہ تھی اور اس رات میں حضرمیہ کی باری تھی۔ حضرمیہ سے اس نے کہا میں تیرے پاس زمانہ کی دولت لایا ہوں۔ گھر میں تیرے نزدیک یہ حسین کا سر ہے۔ حضرمیہ بولی تو غارت ہو لوگ تو سیم و زر لائے اور تو پیغمبر خدا کے فرزند کا سر لایا۔ خدا کی قسم میرا سر اور تیرا سر اکٹھا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کہکر اپنے گھر چلی آئی۔ پھر خولی نے اسدیہ کو بلایا۔ اور جب صبح ہوئی تو سر کو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔

امام حسین کے قتل ہونے کے بعد عمر بن سعد وہاں دو روز تک ٹھہرا بیاسی کا بیان ہے کہ شہادت کے روز ٹھہرا اور اسکے دوسرے روز پھر کوفہ آیا۔ اور

امام حسین کی بیٹیوں بہنوں اور اُن بچوں کو جو ان کے ساتھ تھے۔ اور علی بن حسین
کو جو علیل تھے اپنے ساتھ لایا۔ احمد بن داؤد دینوری نے لکھا ہے کہ عمر بن سعد
کے حکم سے امام حسین کی عورتوں بہنوں بیٹیوں لونڈیوں اور خدمتگاروں کو اونٹوں
پر پردہ دار کجاووں میں سوار کر کے لے چلے۔ اور جب وہ سب امام حسین اور ان
کے شہید جوانوں کی لاشوں کے پاس پہنچے تو عورتیں رونے چلانے لگیں اور امام حسین
کی بہن زینب یہ کہکر چلائیں' ہائے محمد! آسمان کے فرشتے آپ پر درود و سلام
بھیجیں یہ حسین خون آلود بدن ٹکڑے ٹکڑے میدان میں پڑے ہیں' آپ کی
بیٹیاں گرفتار ہیں اور اولاد مقتول ہے جس پر بادِ صبا چل رہی ہے۔ زینب
کی اس بیان پر نے ہر ایک دوست و دشمن کو رلا دیا۔

عمر بن سعد کے کربلا سے روانہ ہو چکنے کے بعد بنی اسد کے لوگ جو غاضریہ میں
ٹھہرے ہوئے تھے امام حسین کے نزدیک پہنچے اُن پر نماز جنازہ پڑھی اور
امام حسین کو دفن کیا۔ مفید نے لکھا ہے کہ اُس جگہ پر آپ کو دفن کیا جہاں پر اس
وقت آپ کی قبر ہے۔ اور آپ کے صاحبزادے علی بن حسین آپ کے پیر
کے نزدیک دفن کئے گئے۔ اور آپ کے اہل بیت اور اصحاب میں سے ان
شہیدوں کیلئے جو آپ کے گرد جہاں تہاں پڑے تھے آپ کے دونوں پیروں
کے نزدیک ایک جگہ قبر کھود کر سبھوں کو اُسی قبر میں دفن کیا۔ اور عباس بن علی اپنی اس
جگہ پر دفن کئے گئے جہاں وہ غاضریہ کے راستہ میں شہید ہوئے تھے۔

جب امام حسین کا سر کوفہ لایا گیا اور سر پہنچنے کے دوسرے روز امام حسین
کی بیٹیوں اور دوسرے اہل بیت کے ساتھ عمر بن سعد پہنچا۔ تو ابن زیاد نے
قصر امارت میں اجلاس کیا لوگوں کو آنے کی عام اجازت دی۔ اور اپنے سامنے

سر منگوا کر رکھا اور اسکو دیکھ دیکھ کر ہنستا اور اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس
سے آپ کے اگلے دانتوں پر مارتا اسکی بغل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک
بہت بوڑھے صحابی زید بن ارقم بیٹھے تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ وہ دانتوں پر
سے چھڑی نہیں ہٹاتا تو آپ نے فرمایا ان دانتوں پر سے چھڑی کو اٹھا خدا کی قسم
میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں لبوں سے ان لبوں
کا بوسہ لیتے تھے۔ یہ کہکر آپ رونے لگے۔ تو ابن زیاد نے کہا اللہ تیری دونوں
آنکھوں کو رلائے اگر تو بڑھاپے سے خبط الحواس نہ ہوتا تو میں تیری گردن مارتا۔
پھر زید بن ارقم وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے، اے عرب والو! آج کے بعد تم لوگ
غلام ہو۔ تم نے فاطمہ رضؓ کے فرزند کو قتل کیا اور مرجانہ کے بیٹے کو سردار بنایا۔ یہ تمہارے
نیکوں کو قتل کرے گا اور بروں کو غلام بنائے گا۔

امام حسین کے گھر والے ابن زیاد کے پاس لائے گئے تو ان سب میں امام حسین کی
کی بہن زینب بری حالت میں آئیں۔ ان کے جسم پر بہت ہی معمولی کپڑا تھا۔
اس لئے وہ قلعہ کے ایک گوشہ میں بیٹھیں اور ان کے ارد گرد میں لونڈیاں تھیں۔
ابن زیاد نے پوچھا یہ کون عورت ہے جو علیحدہ گوشہ میں آکے بیٹھی اور انکے
ارد گرد عورتیں ہیں۔ زینب نے اسکا جواب نہ دیا تو اس نے اسی طرح تین بار پوچھا۔
مگر پھر بھی زینب اس سے نہ بولیں۔ پھر کسی لونڈی نے کہا یہ فاطمہ کی بیٹی زینب
ہیں۔ ابن زیاد نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تم لوگوں کو رسوا اور قتل کیا۔
اور تمہاری بات کو جھٹلایا۔ زینب بولیں اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے نبی
محمد صلعم کے ذریعہ ہمیں عزت دی۔ اور گندگی سے ہم لوگوں کو بالکل پاک کیا بدکار آدمی
رسوا ہوتا ہے۔ گنہگار شخص جھٹلایا جاتا ہے۔ اور وہ ہم نہیں ہیں اور اللہ ہی کا شکر

ہے ۔ ابن زیاد نے کہا تونے دیکھا اللہ نے تیرے اہل بیت کا کیا حال کیا۔ زینب نے کہا ان کی تقدیر میں قتل ہونا لکھا ہوا تھا۔ اس لئے وہ قتل گاہ میں آکے لیٹ گئے ۔ اللہ تعالیٰ تجھکو اور اُن کو جب اکٹھا کرے گا تو اُس وقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ میں اور ان میں نزاع ہوگی ۔ یہ سنکر ابن زیاد غصہ سے بھر آیا اور بولا اللہ نے میری روح کو تیرے سرکش نفس اور تیرے اہل بیت کے نافرمانوں اور باغیوں سے شفا دی ۔ زینب رونے لگیں اور کہا تو نے میرے ادھیر عمر والو کو قتل کیا میرے اپنوں کو مار ڈالا میرے بچوں کو کاٹا میرے بڑوں کو ختم کیا۔ اگر اسی سے تجھکو شفا ہوئی تو میں نے بھی شفا پائی ۔ ابن زیاد نے کہا یہ تو بڑی مقفیٰ کلام بولتی ہے اس کا باپ بھی مقفیٰ کلام بولتا تھا۔ اور شاعر تھا۔ زینب بولیں عورت کو مقفیٰ کلام بولنے سے کیا واسطہ میں تو مقفیٰ کلام نہیں بولتی ۔

ابن زیاد نے علی بن حسین کو دیکھا تو پوچھا تو کون ہے ۔ بولے علی بن حسین ۔ ابن زیاد نے کہا اللہ نے علی بن حسین کو نہیں مارا ۔ علی نے کہا میرے ایک بھائی تھے اُن کا نام بھی علی تھا لوگوں نے ان کو مار ڈالا ۔ ابن زیاد بولا اُس کو اللہ نے مارا علی نے کہا مرنے کے وقت آدمیوں کی روحوں کو اللہ ہی اُٹھاتا ہے کسی آدمی کو بغیر حکم خدا موت نہیں آسکتی ۔ ابن زیاد کو غصہ ہوا اور بولا تو مجھے جواب دینے کی جرأت کرتا ہے ۔ پھر کہا دیکھو یہ بالغ معلوم ہوتا ہے میرا خیال ہے کہ یہ مرد ہے ۔ مری بن معاذ احمری نے دیکھکر کہا ہاں بالغ ہے ۔ ابن زیاد نے کہا لیجاکے اسکی گردن مارو ۔ یہ سنکر ان کی پھوپھی زینب نے ان کو لپٹا لیا اور بولیں ابن زیاد اب بس کر کیا ہمارے خون سے ابھی تیری پیاس نہیں بجھی ہے ۔ اور اُن کو پکڑ کر کہا خدا کی قسم میں اسکو نہ چھوڑونگی اگر تو اسکو قتل

کرتا ہے تو اس کے ساتھ مجھے بھی قتل کر۔ ابن زیاد نے تھوڑی دیر تک دونوں کو دیکھا پھر کہا رحم بھی عجیب شے ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ اس لڑکے کے ساتھ ہیں اسے بھی قتل کر دوں، اس لئے اس کو چھوڑ دو۔

اس کے بعد ابن زیاد اپنی جگہ سے اٹھا اور قلعہ سے نکل کر مسجد میں آیا اور الصلوٰۃ جامعۃ کی ندا کرائی لوگ جمع ہوئے تو منبر پر چڑھکر ایک تقریر کی کہ شکر اللہ کا جس نے حق اور اہل حق کو ظاہر کیا امیر المومنین یزید بن معاویہ اور ان کے لوگوں کی مدد کی اور کذاب ابن کذاب حسین بن علی اور انکے مددگاروں کو ہلاک کیا۔

ایک نابینا آدمی عبداللہ بن عفیف ازدی والبی تھے اُن کی ایک آنکھ جنگ جمل کے روز حضرت علی کی مدد میں صاف ہوئی تھی اور دوسری آنکھ بھی جنگ صفین میں حضرت علی ہی کی مدد میں گئی۔ ان کی حالت یہ تھی کہ جب تک عشا کی نماز سے فارغ نہ ہوتے مسجد سے گھر نہ جاتے۔ ابن زیاد کی یہ سخت بات سنکر وہ ضبط نہ کر سکے اور اٹھکر کہا ابن مرجانہ کیا تو نبیوں کی اولاد کو قتل کر کے منبر پر کھڑا ہے جو صدیقوں کی جگہ ہے، کذاب تو ہے تیرا باپ ہے تیرا امیر ہے اور تیرے امیر کا باپ ہے۔ ابن زیاد نے کہا اسکو پکڑو سپاہیوں نے انکو پکڑا تو ازدی نے یامبرور کی ندا بلند کی جس سے چند ازدی جوان ان کے پاس پہنچ گئے اور سپاہیوں سے انکو چھین لیا مگر جب رات ہوئی تو سپاہیوں کو بھیجکر ان کو گھر سے پکڑ منگوایا اور ایک شور زمین میں سولی پر چڑھا کر جان ماری۔

صبح ہوئی تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ امام حسین کا سر کوفہ کی گلیوں میں نیزہ پر گشت کرایا جائے۔ چنانچہ گشت کرانے کے بعد سر کو قلعہ میں واپس لایا گیا۔ اس کے بعد ابن زیاد نے امام حسین اور ان کے ساتھیوں کے سروں کو زحر بن قیس کی معرفت

یزید بن معاویہ کے یہاں روانہ کیا۔ اور ساتھ میں ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابی ظبیان کو کوفیوں کی ایک جماعت لیکر بھیجا اور یہ لوگ تمام سروں کے ساتھ یزید بن معاویہ کے یہاں دمشق پہنچے۔

سروں کے روانہ کرنے پر ابن زیاد نے امام حسین کی عورتوں اور بچوں کے بھیجنے کا سامان کیا اور علی بن حسین کے گلے میں طوق ڈالکر سب کو سواری میں سوار کر کے یزید کے یہاں پہنچانے کو محفر بن ثعلبہ عائذی اور شمر بن ذی الجوشن کے حوالہ کیا۔ یہ لوگ لیکر چلے تو راستہ میں سروں کے لیجانے والوں کے شامل ہو گئے۔ اور راستہ میں علی بن حسین اور ان لوگوں سے کوئی بات چیت نہ ہوئی۔

جب یہ لوگ شام پہنچے تو زحر بن قیس نے یزید سے ملاقات کی۔ اور امام حسین کا واقعہ سنایا۔ واقعہ سنکر یزید نے سر جھکا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھایا اور کہا ابن سمیہ پر خدا کی لعنت، حسین کو قتل کرنے کا کیا کام تھا۔ میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ تم لوگ میری اطاعت کرتے۔ خدا کی قسم اگر میں ہوتا تو قتل نہ کرتا۔ اللہ حسین پر رحم کرے۔ ابن زیاد نے ان کے ساتھ کچھ ہمدردی نہ کی۔

محفر بن ثعلبہ یزید کے پاس جب یہ بولا کہ ہم لوگ نادان اور کمینہ آدمی کا سر لائے ہیں۔ تو یزید نے کہا کہ محفر کی ماں نے جو پیدا کیا وہ نادان اور کمینہ ہی نہیں بلکہ سنگدل اور بے رحم ہے۔ پھر سروں کو یزید کے سامنے رکھا جس میں امام حسین کا سر بھی تھا تو یزید نے[۱] کہا۔

أبى قومنا أن ينصفونا فأنصفت ۔۔۔ قواضب في أيماننا تقطر الدما

ہمارے اپنوں نے جب ہمارے ساتھ انصاف کرنے سے گریز کیا تو ہمارے ہاتھوں کی خونچکاں تلواروں

---

[۱] مفید نے لکھا ہے کہ علی بن حسین نے کہا ۱۲

نے انصاف کیا۔

يُفَلِّقْنَ هَامًا مِنْ رِجَالٍ أَعِزَّةٍ عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوا أَعَقَّ وَأَظْلَمَا

یہ تلواریں ان بڑے باغی وظالم لوگوں کے سروں کو کاٹتی ہیں جو ہم پر سخت ہوں۔

خدا کی قسم حسین اگر میں ہوتا تو تجھے قتل نہ کرتا۔ پھر مروان بن حکم کے بھائی یحییٰ بن حکم نے کہا جو یزید کے نزدیک بیٹھا تھا۔

لَهَامٌ بِجَنْبِ الطَّفِّ أَدْنَى قَرَابَةً مِنِ ابْنِ زِيَادِ الْعَبْدِ ذِي الْحَسَبِ الْوَغْلِ

طف کے پہلو میں وہ لوگ پڑے ہیں جو بد نہاد اور صاحب مرتبہ غلام ابن زیاد کے مقابلہ میں بہت قریب قرابت رکھتے ہیں۔

سُمَيَّةُ أَمْسَى نَسْلُهَا عَدَدَ الْحَصَى وَلَيْسَ لِآلِ الْمُصْطَفَى الْيَوْمَ مِنْ نَسْلِ

ابن زیاد کی ماں سمیہ کی نسل سنگریزوں کی تعداد میں ہے اور آج برگزیدہ پیغمبر کی کوئی اولاد نہیں۔

یحییٰ کا یہ کلام سنکر یزید نے اس کے سینہ پر مارا اور کہا خاموش رہ پھر کہنے لگا تم لوگ جانتے ہو یہ کیوں ہوا۔ حسین کا خیال تھا کہ ان کے والد علی میرے والد سے بہتر تھے۔ ان کی ماں فاطمہ میری ماں سے بہتر تھیں۔ ان کے نانا رسول خدا میرے نانا سے بہتر تھے۔ اور خود وہ مجھ سے بہتر تھے۔ اور اس لئے وہ اپنے کو خلافت کا مجھ سے زیادہ حقدار سمجھتے تھے۔ لیکن ان کا یہ کہنا کہ ان کے والد میرے والد سے افضل تھے تو ان کے والد اور میرے والد نے اللہ کو حکم بنایا اور لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ اللہ کا انصاف کس کے حسب خواہ ہوا۔ ہاں اُن کا یہ دعویٰ کہ اُن کی ماں میری ماں سے بہتر تھیں درست ہے۔ ان کی ماں فاطمہ پیغمبر خدا کی صاحبزادی میری ماں سے بہتر تھیں۔ اور ان کا یہ خیال کہ ان کے نانا میرے نانا سے افضل تھے۔ تو کوئی شبہ نہیں کہ اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھنے والے کو یہ یقین رکھنا چاہئے۔

کہ ہم میں کوئی بھی پیغمبر خدا کا ہمسر اور مقابل نہیں ہو سکتا۔ اصل یہ ہے کہ سب کچھ انکی سمجھ کی بدولت ہوا انھوں نے یہ آیت نہ پڑھی۔

اَللّٰھُمَّ مٰالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ — اے حکومت کا مالک اللہ تو اپنی حکومت جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے

اس کے بعد یزید نے شام کے رئیسوں کو بلا کر اپنے نزدیک بٹھایا اور امام حسین کی عورتوں اور بچوں کو اور ان کا سر اپنے سامنے رکھوایا۔ امام حسین کی دونوں بیٹیاں بھی کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں۔ ہر چند کہ یزید نے چھپانا چاہا لیکن انھوں نے دیکھ لیا اور چلا کر رونے لگیں۔ پھر یزید کی عورتوں اور امیر معاویہ کی بیٹیوں نے بھی رونا پیٹنا اور واویلا کرنا شروع کیا۔ اسکے بعد امام حسین کی صاحبزادی فاطمہ جو سکینہ سے بڑی تھیں بولیں یزید! کیا پیغمبر خدا کی بیٹیاں قید میں رہیں گی یزید نے کہا بھتیجی اسی لئے میں یہ ناپسند کرتا تھا۔ فاطمہ نے کہا میری کوئی چیز باقی نہ رہی۔ یزید نے کہا جو چیز تم سے لیگئی ہے اس سے اس مصیبت کا درجہ بڑھا ہوا ہے جو تم پر نازل ہوئی ہے۔ اور جس میں تم لوگ گرفتار ہو۔ پھر شام کا ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا یزید یہ لڑکی مجھے دے۔ اس سے اسکی مراد فاطمہ بنت علی تھیں۔ یہ سنکر فاطمہ نے اپنی بہن (پھوپھی) زینب کا کپڑا تھام لیا۔ اور مفید کی روائت ہے کہ شامی کا مقصد فاطمہ بنت حسین تھیں اس لئے کہ وہ خوبصورت تھیں۔ شامی کی اس بات سے فاطمہ سہم گئیں اور سمجھا کہ یہ ممکن ہے اس لئے اپنی پھوپھی زینب کا کپڑا پکڑ لیا۔ زینب نے شامی سے کہا تو جھوٹا اور کمینہ ہے۔ یہ لڑکی نہ تیرے لئے درست ہے نہ یزید کیلئے۔ یزید نے غصہ کے لہجہ میں کہا تو جھوٹی ہے یہ میرے لئے جائز ہے۔

اور اگر میں چاہوں تو لے لوں۔ زینب نے کہا خدا کی قسم ہرگز تجھے یہ جائز نہیں۔
ہے۔ اور نہ اللہ نے تیرے لئے اسکو جائز کیا۔ ہاں اگر ہمارے دین سے تو خارج
ہو جائے اور کوئی دوسرا دین اختیار کرلے تو یہ ممکن ہے۔ یہ سنکر یزید غصہ سے
بھوت ہو گیا۔ اور کہا تو مجھ سے اس طرح بات کرتی ہے۔ دین سے تو تیرے
باپ اور بھائی خارج ہو گئے۔ زینب نے کہا اللہ کے دین اور میرے باپ
بھائی اور نانا کے دین سے تو نے تیرے باپ نے اور تیرے نانا نے ہدائت
پائی ہے۔ یزید نے کہا اے اللہ کی دشمن تو جھوٹی ہے۔ زینب بولیں تو امیر ہے
ناحق بھی گالی دے سکتا ہے۔ اور حکومت کے زور سے دبا سکتا ہے۔
زینب کے اس کہنے پر یزید شرما کر چپ ہو گیا۔

پھر یہ عورتیں یزید کے گھر لائی گئیں اور وہاں یزید کے گھر کی کل عورتیں آ کے
ملیں۔ اور یزید نے اُن چیزوں کے متعلق دریافت کرکے اُن کا دونا دیا۔

اور علی بن حسین لائے گئے تو ان کے گلے میں طوق تھا۔ یزید نے طوق اُتارنے
کا حکم دیا۔ اور کہا افسوس اے حسین کے لڑکے تیرے باپ نے میری قرابت
کا خیال نہ رکھا اور میرا حق نہ پہچانا اور میری حکومت لینے کو مجھ سے لڑا۔ اسلئے
اللہ نے اسکے ساتھ جو کیا وہ تو نے دیکھا۔ علی نے کہا

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۚۖ لِّکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىکُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ ۝

زمین پر اور تم پر جو کچھ بھی مصیبت آتی ہے وہ قبل اس سے کہ ہم تمہاری جانوں کو پیدا کریں لوح محفوظ میں موجود ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ آسان بات ہے۔ اور پہلے سے لوح محفوظ میں اسلئے موجود ہوتی ہے تاکہ تم فوت شدہ چیز پر ماتم نہ کرو اور اللہ نے جو تم کو دیا ہے اس پر غرور نہ کرو۔

اور اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

یزید نے کہا۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ ہر ایک مصیبت تمکو تمہارے فعل کی وجہ سے پہنچتی ہے۔

اسکے بعد یزید چپ ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ علی اور ان کے گھر کی عورتیں اس کے گھر سے متصل ہی کسی مکان میں رکھی جائیں۔

پھر کئی دنوں تک سب لوگ یزید کے یہاں رہیں۔ اور یزید دن اور رات دونوں وقت جب خود کھانا کھاتا تو علی کو بھی اپنے ساتھ کھلاتا۔ ایک دن علی کو بلایا تو ان کے ساتھ عمرو بن حسن بھی تھے۔ یہ خرد سال تھے۔ یزید نے عمرو سے کہا خالد بن یزید سے لڑوگے۔ عمرو نے کہا ایک چھری مجھے دیجائے اور ایک چھری اسے میں اس سے لڑتا ہوں۔ یزید نے عمرو کو اپنے پاس سٹا لیا اور کہا یہ طبیعت خاندانی ترکہ ہے۔ سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے۔

ابن جریر نے تاریخ الامم والملوک میں اور ابن اثیر نے کامل میں ایک روایت نقل کی ہے کہ جب یزید کے یہاں امام حسین کا سر پہنچا تو اس نے ابن زیاد کا مرتبہ بڑھایا۔ اسکو انعام دیا اور اظہار خوشی کی پھر کچھ دنوں کے بعد اسکو معلوم ہوا کہ لوگ اسکے دشمن ہو گئے ہیں اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اسکو برا بھلا کہتے ہیں تو امام حسین کے قتل کرنے پر اسکو ندامت ہوئی اور کہا کہ تب مجھے کیا ہوتا اگر میں مصیبت برداشت کر لیتا۔ حسین کو اپنے ساتھ اپنے گھر میں رکھتا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور حق کی حفاظت کے خیال سے حسین کی خواہش کے مطابق ان کو حاکم بناتا۔ گو اس کے باعث میری حکومت کمزور ہوتی۔ ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت اس نے ان کو بے بس کر دیا انھوں نے اس سے کہا بھی کہ وہ انہیں

واپس ہونے دے یا وہ میری بیعت کریں۔ یا اپنے مرنے دم تک کسی دوسرے
ملک میں جا کر رہیں۔ لیکن اس نے ان میں سے انکی ایک بات بھی منظور نہ کی
آخر کار ان کو قتل کیا جس کے سبب سے مسلمانوں کو میرا دشمن بنا دیا اور اُن
کے دلوں میں میری عداوت کی بیج بودی اور نیک و بد سب لوگ میرے
دشمن ہو گئے۔ اسلیے کہ حسین اور ان کے لوگوں کی شہادت کو لوگ حادثہ
عظیم سمجھتے ہیں۔ مجھکو ابن مرجانہ سے کیا واسطہ اس پر خدا کی لعنت اور خدا کا غضب
ابن کثیر نے بھی البدایہ والنہایہ میں ابو عبیدہ جعفر بن معمر بن مثنیٰ سے اور ابو عبیدہ
نے یونس بن حبیب حوصی سے ایسا ہی روائت کی ہے۔

ابن اثیر بیاسی اور طبری نے ابو مخنف سے روائت نقل کی ہے کہ یزید
جب اہل بیت کو مدینہ رخصت کرنے لگا تو نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ ٹھیک
سے ان کی روانگی کا سامان درست کرے اور شام کے کسی معتمد شخص
کی سرکردگی میں سواروں اور مددگاروں کا ایک دستہ ان کے شامل کر دے
اور مفید نے لکھا ہے کہ یزید نعمان بن بشیر کو بلا کے کہا کہ تو ان عورتوں کے
ساتھ مدینہ جانے کا سامان درست کر۔ اور نعمان بن بشیر کے ساتھ ایک
اور آدمی شامل کر دیا اور اسکو کہا کہ وہ انہیں رات کے وقت لے جائے
اور خود پیچھے ہو۔ اور سواریوں کو آگے رکھے۔ تاکہ وہ اس سے ادھر اُدھر
نہ بھٹکیں اور جب کہیں ٹھہریں تو وہ اور اسکے سب ساتھی ان کے ارد گرد
ہٹکر ان لوگوں کی نگہبانی کریں اور اتنی دور ہٹ جائیں کہ اگر ان میں سے
کوئی آدمی وضو یا حاجت ضروری سے فارغ ہونا چاہے تو اسے کوئی
دقت نہ ہو۔ اور سبھوں نے بالاتفاق یہ روایت کی ہے کہ یزید نے

علی بن حسین کو بلا کر رخصت کیا اور کہا ابن مرجانہ پر اللہ کی لعنت خدا کی قسم اگر تیرے باپ کے ساتھ میں ہوتا تو ان شرطوں میں سے جو شرط بھی ہوتی میں قبول کرتا اور جہانتک ممکن ہوتا حسین کو قتل ہونے سے بچاتا۔ گو اس میں میرا کوئی بچہ ہی کیوں نہ مرجاتا۔ لیکن اللہ نے جو کیا وہ تونے دیکھا۔ بیٹا مدینہ پہنچکر مجھے خط لکھنا۔ اور جو ضرورت پیش آئے اس سے مجھے مطلع کرنا۔ اور علی کو اور ان کے گھر والوں کو کپڑے دئے اور جس آدمی کو ان کے ساتھ چلایا اسکو اپنی ہدائت کے مطابق عمل کرنیکی تاکید کردی۔

چنانچہ وہ آدمی لیکر روانہ ہوا۔ مفید نے لکھا ہے کہ وہ آدمی نعمان کے دستہ کیساتھ چلا اور انھیں رات کے وقت لے چلتا تو خود سواریوں کے پیچھے ہوتا اور سواریوں کو اپنے آگے رکھتا تاکہ بھٹک نہ سکیں۔ اور جب یہ لوگ کہیں ٹھہرتے تو وہ آدمی اور اسکے کل ساتھی ان سے ہٹ جاتے اور ارد گرد میں بیٹھکر ان کی حفاظت کرتے۔ اور یزید کے حکم کے مطابق مدینہ پہنچنے تک ان کی ضرورتیں معلوم کرکے ان کو ہر طرح کی سہولت پہنچاتے رہے۔

جب سب لوگ مدینہ پہنچے تو حضرت علی کی صاحبزادی فاطمہ نے اپنی بہن زینب سے کہا اس آدمی نے ہملوگوں کے ساتھ احسان کیا ہے کیا تمہاری رائے ہے کہ ہملوگ اسکے بدلہ میں اسکے ساتھ کچھ احسان کریں۔ زینب نے کہا خدا کی قسم ہمارے پاس فقط زیور رہ گیا ہے یہی اسکو دے دیں۔ پھر دونوں نے دو کنگن اور دو بازوبند اس کے پاس بھیجا اور معذرت کی اسنے کہا جو کچھ میں نے کیا ہے اگر دنیا کے لئے کرتا تو یقینا اس چیز سے مجھے مسرت ہوتی۔ لیکن بخدا میں نے یہ سب اللہ کی خوشنودی کیلئے کیا ہے اور اس وجہ سے کہ آپ لوگ رسول خدا کی اپنی ہیں۔

امام حسین کے ساتھ اُن کی بیوی رباب بھی تھیں یہ امرئ القیس کی بیٹی اور امام حسین

کی صاحبزادی سکینہ کی ماں تھیں۔ اور آپ کے اہل بیت کو سوار کرکے جب شام لیگئے تھے تو سب کے ساتھ یہ بھی گئی تھیں۔

جب ابن زیاد یزید کے یہاں امام حسین کا سر بھیج چکا تو عمرو بن سعید کو امام حسین کے قتل ہونے کی خوشخبری دینے کے لئے عبدالملک بن ابی الحارث سلمی کو مدینہ بھیجا لیکن عبدالملک کو عمرو بن سعید کے پاس پہنچنے سے پہلے قریش کے کسی آدمی سے ملاقات ہوئی۔ قریشی نے پوچھا کیا بات ہے۔ عبدالملک نے کہا بات امیر کے نزدیک سنو گے۔ قریشی بولا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ امام حسین قتل ہوگئے پھر عبدالملک جب عمرو بن سعید کے پاس پہنچا تو عمرو بن سعید نے دریافت کیا کیا خبر ہے۔ کہا امیر کے خوش ہونے کی بات ہے۔ حسین بن علی قتل ہوگئے۔ عمرو بن سعید نے حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کردے کہ حسین قتل ہوگئے۔ عبدالملک نے اعلان کیا تو بنی ہاشم کی عورتیں رونے پیٹنے لگیں اور عقیل بن ابی طالب کی بیٹی اپنے ساتھ برہنہ سر عورتوں کو لئے ہوئے یہ شعر پڑھتی ہوئی نکلیں۔

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِنْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ

وَبِعِتْرَتِيْ وَبِاَهْلِيْ بَعْدَ مُفْتَقَدِيْ مِنْهُمْ اُسَارٰى وَقَتْلٰى ضُرِّجُوْا بِدَمِ

جب تمہارے نبی تم سے پوچھیں گے کہ تم نے آخری امت ہو کر میرے پیچھے میں میری اولاد اور میرے اہل بیت کے ساتھ یہ کیا کیا کہ ان میں کچھ تو قید ہوئے اور کچھ قتل ہو کر خوں میں لتھڑے تو اس وقت تم لوگ کیا جواب دوگے؟

مَاكَانَ هٰذَا جَزَائِيْ اِذْ نَصَحْتُ لَكُمْ اَنْ تَخْلُفُوْنِيْ بِسُوْءٍ فِيْ ذَوِيْ رَحِمِيْ

جب میں نے تمہارے ساتھ بھلائی کی تو کیا اسکا بدلہ یہی تھا کہ تم میرے اپنوں کے ساتھ برائی کرتے

ان عورتوں کی چیخ و پکار کی آواز عمرو بن سعید[۵] نے سنا تو ہنسکر کہا۔

---

۵ عمرو بن سعید اشدق نے عبدالملک بن مروان کے ساتھ بغاوت کی تھی اور اسکی عدم موجودگی میں دمشق پر قابض ہو گیا تھا لیکن پھر

(بقیہ صفحہ ۱۱۵ پر)

عَجَّتْ نِسَاءُ بَنِیْ زِیَادٍ عَجَّۃً کَعَجِیْجِ نِسْوَتِنَا غَدَاۃَ الْاَرْنَبِ

جس طرح آج ہماری عورتیں رو رہی ہیں اسی طرح جنگ ارنب کے دن ابن زیاد کی عورتیں روئی تھیں
ارنب بنی زبیدہ کی وہ جنگ ہے جو بنی حارث بنی کعب اور بنی زیاد میں ہوئی تھی۔
اور یہ شعر عمرو بن معد یکرب کا ہے۔

اور عمرو بن سعید نے کہا یہ حادثہ قتل حضرت عثمان کے جیسا ہوا۔ پھر منبر پر چڑھ کر لوگوں کو خبر دی کہ امام حسین قتل ہو گئے۔

اور جب عبداللہ بن جعفر کو معلوم ہوا کہ ان کے دونوں بیٹے بھی شہید ہو گئے تو انھوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ پھر لوگ تعزیت کو آئے تو ان کے کسی غلام نے کہا یہ مصیبت ہم لوگوں پر امام حسین کے سبب سے آئی یہ سنکر عبداللہ بن جعفر نے اسکو جوتے سے مارا اور کہا اے خبیث عورت کا بیٹا امام حسین کے متعلق تو اس طرح کی بات منہ سے نکالتا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں لڑائی میں موجود ہوتا تو ہرگز لڑائی سے نہ ہٹتا اور امام حسین کے ساتھ وہیں قتل ہو جاتا۔ خدا کی قسم مجھکو اپنے دونوں بچوں کے قتل ہونے کا مطلق خیال نہیں ہے۔ اور نہ ان کی شہادت سے مجھے کچھ تکلیف ہے۔ وہ دونوں تو میرے بھائی اور بھتیجے کی مدد میں شہید ہوئے ہیں۔ اور مجھے مسرت ہے کہ اگر حسین کو میری ذات سے مدد نہ پہنچی تو میرے بچوں نے اُن کی مدد کی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۴)

دونوں میں صلح ہو گئی۔ اسکے بعد عبدالملک نے اسکو بلا کر قتل کر دیا۔ اور اشدق اسلئے نام پڑا کہ وہ بڑا مقرر تھا۔

امام حسینؑ کی شہادت کے متعلق دوسری روایتیں

ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی نے کتاب مقتل الحسین میں لکھا ہے کہ (۱) امیر معاویہ کی وفات کے بعد کوفہ والوں نے اپنے یہاں ایک مجلس بلائی اور اس مجلس میں رائے ومشورہ کے بعد امام حسین کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ اے حضرت محمد مصطفےٰ اور علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا اور خدیجۃ الکبریٰ کے فرزند آپ ہمارے یہاں تشریف لاکر ہمارے بھلے برے میں شریک ہوں، ہم آپ کی وفاداری کے ذمہ دار ہیں۔ ہم آپ کی حفاظت کریں گے۔ اور اپنی تلواروں سے لڑیں گے۔ آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب اور اپنے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سنت کے مطابق حکومت کریں اور یہ سمجھ لیں کہ کہ آپ کی مدد میں یہاں فوجیں جمع ہیں۔ ننگی تلواریں ہیں، ہرے بھرے درخت ہیں اچھے پھل ہیں اور بہتے چشمے ہیں۔ اور اگر آپ خود نہ آسکتے ہوں تو ہمارے پاس کسی آدمی کو بھیجیے جو ہم پر اللہ کی کتاب اور آپ کے نانا کی سنت کے مطابق انصاف کرے۔

(۲) اور اس زمانہ میں کوفہ والوں نے پے درپے اتنے خطوط بھیجے کہ ان کی تعداد بارہ ہزار چار سو اٹھارہ کے قریب ہوگئی۔ اور تمام خطوں کا مضمون ایک تھا۔

(۳) اور مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں اترے۔ آمد کی خبر سنکر ہر طرف سے شیعہ دوڑے اور اس روز طلوع آفتاب سے لیکر غروب آفتاب تک بہتر ہزار آدمیوں نے آپ کی بیعت کی پھر مسلم بن عقیل نے ایک خط لکھکر امام حسین کو اس حالت سے مطلع کیا۔

(۴) ابن زیاد جب کوفہ روانہ ہوا اور کوفہ سے بہت قریب ایک مقام نجف میں پہنچا تو اہل کوفہ کے خوف سے دن کے وقت وہاں نہ گیا اور جب رات ہوئی تو سفر کا لباس اُتار دیا اور سفید کپڑے زیب تن کیے۔ سیاہ عمامہ باندھا پیر میں یمنی جوتے پہنے دہنے ہاتھ میں انگشتری ڈالی تیز رو گھوڑے پر سوار ہوا ہاتھ میں ایک خوشبو درخت کی چھڑی لی پھر چلا تو مغرب وعشا کی نمازوں کے درمیان امام حسین کی صورت بنائے کوفہ میں داخل ہوا۔

(۵) مسلم بن عقیل نے ہانی کا واقعہ سنا تو کوفہ سے نکل کر حیرہ چلے آئے۔ اور وہاں ایک عورت سے پانی مانگ کر پیا اور اس عورت نے انہیں اپنے ایک خالی مکان میں پناہ دی جہاں کوئی رہتا نہ تھا۔ اس عورت کا لڑکا ابن زیاد کا سپاہی تھا۔ اسکو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے ابن زیاد کو خبر دی اور ابن زیاد نے انعام میں اس لڑکے کو ایک زریں طوق عطا کیا۔

(۶) مسلم اور ہانی کے قتل ہونے پر مذحج نے ان لوگوں کو لیکر جامع مسجد میں دفن کیا۔

یوسف سبط ابن الجوزی نے تذکرہ خواص الامت میں لکھا ہے کہ امام حسین جب مدینہ سے مکہ آئے اور یزید کو معلوم ہوا کہ ولید تعمیل حکم میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کو برطرف کرکے عمرو بن سعید اشدق کو مدینہ کا حاکم بنایا۔

ابن اشعث نے جب مسلم کو امن دیا اور وہ گرفتار ہو کر ابن زیاد کے پاس آئے تو ابن زیاد نے ابن اشعث کے امان دینے کو قبول نہ کیا اور حکم دیا کہ قلعہ کی بلندی پر لیجا کر قتل کیا جائے۔ چنانچہ قتل ہونے پر اُن کا سر لوگوں کے سامنے ڈالدیا گیا۔ اور بدن کو ڈاکرکٹ کی جگہ میں لٹکایا گیا۔ پھر ہانی بن عروہ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا۔ اور ابن اشعث نے مسلم کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا۔ اسکے متعلق کسی شاعر

نے کہا ہے۔

وَتَرَكْتَ عَمَّكَ لَمْ تُقَاتِلْ دُونَهُ فَشَلًا وَلَوْلَا أَنْتَ كَانَ مُمَنَّعَا

تو نے اپنے چچا کی مدد نہ کی اور خوف سے ان کے آگے نہ لڑا اور اگر تو نہ ہوتا تو وہ گرفتار نہ ہوتے۔

وَقَتَلْتَ وَافِدَ حِزْبِ آلِ مُحَمَّدٍ وَسَلَبْتَ أَسْيَافًا لَهُ وَأَدْرُعَا

تو نے آل محمد کی جماعت کے قاصد کو مار ڈالا اور اسکی بچانے والی تلواریں اور زرہیں چھین لیں۔

ابن زیاد کے یہاں لانے سے پہلے ابن اشعث ہی نے مسلم کی تلوار چھینی تھی۔

سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ امام حسین جب کوفہ چلے تو انہیں مسلم بن عقیل کا واقعہ کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ مگر جب قادسیہ پہنچے کو تین میل باقی رہ گئے اور حر بن یزید تمیمی سے ملاقات ہوئی تو حر نے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کے قتل کیے جانے اور ابن زیاد کے کوفہ آنے اور امام حسین سے لڑنے کیلئے جنگ کی تیاری کرنے کی خبر دی۔ اُس وقت امام حسین نے لوٹنا چاہا مگر مسلم کے بھائیوں نے کہا ہم نہیں لوٹیں گے۔ جب تک کہ خون کا بدلہ وصول نہ کرلیں یا ہم لوگ بھی قتل نہو جائیں۔ امام حسین نے کہا جب تم لوگ مرجاؤ گے تو ہملوگوں کا زندہ رہنا بھی بیکار ہے۔ اسکے بعد آگے بڑھے تو ابن زیاد کی اگلی فوج ملی۔ اس فوج کو دیکھکر آپ کربلا کی طرف مڑے اور قصب کی طرف پیٹھ کی۔ اور قسم کھاکے کہا کہ ایک ہی طرف سے لڑوں گا۔

واقدی وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام قادسیہ سے روانہ ہوئے اور خیال ہوا کہ کسی جگہ ٹھہریں تو دیکھا کہ فوج چلی آرہی ہے جو رات کی طرح سیاہ تھی اور سپاہیوں کے جھنڈے گویا گدھوں کے ڈینے۔ اور ان کے نیزے گویا شہد کی مکھیوں کے سردار معلوم ہوتے تھے۔ اور اس فوج نے امام حسین کے لشکر کے آگے کا راستہ

روک کر تین دنوں تک ان کا پانی بند کر دیا۔ اور جب امام حسین اور اُن کے ساتھیوں کی پیاس بڑھی تو امام حسین نے اپنے بھائی عباس بن علی علیہ السلام کو تیس سواروں اور بیس پیادوں کے شامل پانی کے گھاٹ پر بھیجا یہ لوگ چلے تو غنیم کی فوج نے انکو روکا اور دونوں میں لڑائی ہوئی لیکن دشمنوں نے ان لوگوں کو پانی تک نہ پہنچنے دیا۔

امام حسین علیہ السلام سے لڑنے کے لئے غنیم کی فوج پہنچی اس میں شام کا کوئی آدمی نہ تھا بلکہ سب کے سب کوفہ والے تھے جنھوں نے امام حسین کو خط لکھکر بلایا تھا۔ اور ان کی تعداد چھ ہزار تھی جنگ کے وقت امام حسین نے جھنڈا عباس بن علی کو دیا اور گھروں اور عورتوں کو اپنے پیچھے کی جانب کیا اور آگے کی جانب سے لڑائی لڑے۔

شہادت کے بعد دیکھا گیا تو امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر نیزہ کے ۳۳ اور تلوار کے ۳۴ زخم تھے۔ اور تمام کپڑوں میں تیر کی مار کے ایک سو بیس نشان تھے۔ اور زہیر بن قین بھی امام حسین کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ انکی بیوی نے اپنے غلام سے کہا کہ جاکر اپنے مالک کو کفن پہناؤ۔ غلام گیا تو دیکھا کہ امام حسین برہنہ پڑے ہیں یہ دیکھکر اس نے کہا کیا میں اپنے مالک کو کفن پہناؤں اور امام حسین کو ننگا چھوڑ دوں خدا کی قسم یہ تو نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ پہلے امام حسین کو کفنایا۔ پھر دوسرا کپڑا لاکر اپنے مالک کو کفن پہنایا۔

واقدی کا بیان ہے کہ جب امام حسین کا سر اور اُن کی عورتیں مدینہ پہنچیں تو مدینہ کے کل لوگ روتے ہوئے گھر سے باہر نکلے اور زینب بنت عقیل بن ابی طالب بھی اپنا منہ کھولے سر کا بال پھیلائے ہائے حسین ہائے بھائی ہائے لوگ ہائے محمد چلاتی ہوئی گھر سے نکلیں اور یہ شعر پڑھنے لگیں۔

ماذا تقولون ان قال النبی لکم الی آخرہ

سبط ابن جوزی نے تذکرۃ خواص الامت فی معرفۃ الائمہ صفحہ ۱۴۶ میں ذکر کیا ہے کہ امام حسین کی شہادت ظہر وعصر کے درمیانی وقت میں ہوئی اسلئے کہ امام حسین نے اپنے اصحاب کے ساتھ خوف کی نماز ادا کی تھی۔

ابو الفرج اصبہانی نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام دسویں محرم ۶۱ھ روز جمعہ کو شہید کئے گئے۔ اور ابو نعیم الفضل بن رکین کی روایت ہے کہ شنبہ کو آپ کی شہادت ہوئی لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اور عام لوگوں میں جو دوشنبہ کا روز مشہور ہے۔ یہ غلط روایت ہے اسکی کوئی سند نہیں ہے۔ ہم نے ہندی حساب کے قاعدہ سے تمام جنتریوں سے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ جس ماہ محرم میں امام حسین کی شہادت ہوئی۔ اس ماہ کی پہلی تاریخ چار شنبہ کا دن پڑتا ہے۔ اور اس لحاظ سے دسویں ماہ محرم دوشنبہ کا روز نہیں ہو سکتا بلکہ جمعہ کا روز ہوتا ہے اور اس روایت کی یہ صحیح اور روشن دلیل ہے۔ اور ابو مخنف عوانہ بن حکم یزید بن جعدیہ وغیرہ کی روایت کے مطابق ہے۔

احمد بن عبد ربہ نے عقد الفرید ج ۲ ص ۳۰۷ طبع بولاق میں ذکر کیا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ فرات کے ساحل پر طف میں اس جگہ شہید ہوئے جس کا نام کربلا ہے۔

اور یاقوت بن عبد اللہ نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ کربلا اس جگہ کا نام ہے جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور یہ جگہ کوفہ کے نزدیک ایک میدان کے کنارے پر پڑتی ہے۔ اور لکھا ہے کہ طف: وہ ہے ایک فرات کا ساحل ہے۔ اور دوسرا طف مضافات کوفہ میں ایک زمین ہے جو خشکی کے راستہ میں واقع ہے اور یہ زمین ریف کے قریب میں ہے جہاں کئی بہتے چشمے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں صید

قطقطانہ رہیمہ اور خشیمہ جمل۔
اور کتاب نور العین کے مؤلف نے امام حسین کی جائے شہادت کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ کہ امام حسین کی شہادت کربلا میں ہوئی اور کربلا عراق کی زمین ہے جو کوفہ کے مضافات میں واقع ہے اور اس جگہ کو طف بھی کہتے ہیں۔

تعجب خیز مبالغہ آمیز اور غلط واقعات

بعض تاریخ نویسوں نے اپنی تاریخ کی کتابوں میں کچھ ایسے واقعات لکھے ہیں جن کے متعلق یہ یقین ہے کہ وہ صحیح نہیں ہیں۔ اور کچھ لوگوں نے صحیح واقعات کے بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔ کتاب نور العین جو کہ ابو اسحاق اسفرائنی کی طرف منسوب ہے اس کے مؤلف نے صفحہ ۱۸ مطبوعہ محمد مصطفیٰ میں امام حسین کی شہادت کے متعلق لکھا ہے کہ یزید نے جب ابن زیاد کو کوفہ کا والی بنایا تو اس کو حکم بھیجا کہ کسی حیلہ سے امام حسین کو اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کر ڈال اور اس قتل کے معاملہ میں سستی و تاخیر کرنے سے خوف کر حالانکہ یہ واقعہ غلط ہے۔ اور صفحہ ۱۶ وصفحہ ۱۷ میں لکھا ہے کہ امام حسین پندرہویں ذیحجہ کو مدینہ سے کوفہ و عراق روانہ ہوئے باوجودیکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام حسین ترویہ کے روز آٹھویں ذیحجہ کو مکہ سے روانہ ہوئے تھے اور شیعوں نے بہت مبالغہ کیا ہے اور حضرت امام حسین کی شہادت کے متعلق ایسی حیرت انگیز اور بے اصل باتیں بیان کی ہیں جن سے عقل انسانی دنگ رہ جائے اور اس سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ امام حسین کی بزرگی اور کرامت ظاہر ہو گی حالانکہ امام حسین کا فضل و شرف خود اپنی جگہ پر ثابت ہے اور ان حیرت انگیز واقعات سے ان پر کوئی روشنی نہیں پڑ سکتی۔

اور غالی شیعوں نے بڑھا چڑھا کر جو باتیں لکھی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب امام حسین کوفہ کے نزدیک پہنچے اور امیر کوفہ عبید اللہ بن زیاد ملعون کو معلوم ہوا تو اس نے امام حسین سے لڑنے کیلئے بہت سی فوجیں جمع کیں اور پیادے و سوار سمیت بائیس ہزار کا ایک لشکر ان کے مقابلہ کو روانہ کیا۔ جس نے مع حربہ و ہتھیار پہنچکر امام حسین کا محاصرہ کر لیا۔ اور ان سے کہا کہ ابن زیاد کا حکم ہے کہ یزید کی بیعت کریں۔ شیعوں کی اس روائت کو محمد بن ابی طلحہ نے مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول میں لکھا ہے۔ اور نور الدین علی بن محمد نے جو ابن صباغ کی کنیت سے مشہور رہیں اس روائت کی عبارت کو اس نسخہ سے جو ایران میں طبع ہوا ہے فصول مہمہ کے صفحہ ۱۸۱ میں نقل کیا ہے۔ اور نقل کرنے والوں نے سیر کی کتابوں میں تصریح کی ہے۔ کہ انھوں نے اس قول کو دیکھا ہے اور پھر جس طرح یکے بعد دیگرے لوگوں نے اس روائت کو نقل کیا ہے اسی طرح اس قول کو لکھا ہے۔

اور نعمان الوسی نے کتاب غالیۃ المواعظ ج ۲ ص ۸۰ میں لکھا ہے کہ بیس ہزار سپاہی تھے۔

احمد بن علی بن حسین بن مہنا حسنی نے عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب صفحہ ۱۷۷ میں لکھا ہے کہ جب امام حسین کوفہ کے قریب پہنچے تو حر بن یزید ریاحی سے ملاقات ہوئی جس کے پاس ایک ہزار سوار تھے۔ حر بن یزید نے امام حسین کو کوفہ لیجانا چاہا۔ لیکن امام حسین نے شام کا راستہ پکڑا اور جب کربلا کے پاس پہنچے تو حر نے آگے جانے سے ان کو روکدیا پھر اسی جگہ عمر بن سعد کی سرکردگی میں تیس ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر پہنچا۔

اور مؤلف کتاب نور العین المنسوب الی ابی اسحٰق اسفرائنی نے صفحہ ۲۹
کے آخر میں بیان کیا ہے کہ ابن زیاد نے امام حسین کے مقابلہ کو چالیس ہزار
سوار بھیجے تھے اور صفحہ ۳۱ میں ذکر کیا ہے کہ تیسری محرم کو دن کے وقت امام
حسین خود ایک گھنٹہ تک لڑے اور دشمن کے ایک ہزار سواروں کا خاتمہ کیا
اور صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے کہ امام حسین کے پاس میمون نامی ایک گھوڑا تھا جس
نے دشمن کے کسی سوار کو منہ سے پکڑ کر مار ڈالا۔ کسی کو پیر سے کچل کر ختم کیا اور
کسی کو دم سے مار کر ہلاک کیا۔ اور جب میمون کا قصہ تمام ہوا اور عمر بن سعد نے
قتل شدہ لوگوں کو گنوایا تو معلوم ہوا کہ کل تین ہزار پیادے اور سوار قتل ہوئے۔
ابو مخنف نے مقتل الحسین میں لکھا ہے کہ امام حسین سے لڑنے کو جو فوج
بھیجی گئی اس میں سواروں اور پیادوں کی تعداد پچاس ہزار تھی۔
محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی نے مناقب آل ابی طالب فی مقتل الحسین
میں بیان کیا ہے کہ امام حسین نے زخمیوں کی تعداد کے ماسوا ایک ہزار نو سو
پچاس آدمیوں کو قتل کیا
اور سچ یہ ہے کہ ابن زیاد نے نہ تو بیس ہزار سوار اور پیادے بھیجے نہ چالیس
ہزار نہ پچاس ہزار اور نہ تو دشمنوں میں سے ایک ہزار قتل کئے گئے۔ اور نہ ایک
سو اور نہ یہ معلوم ہے کہ امام حسین کے پاس میمون نامی کوئی گھوڑا تھا اور نہ ان کو
اسکی ضرورت تھی کہ کوئی گھوڑا اپنے پیر اور دُم سے مار کر دشمنوں کو ہلاک کرتا۔
اور تعجب خیز اور خلاف عادت واقعات تو بہت کثرت سے بیان کئے گئے ہیں
ابن جریر طبری نے تاریخ الامم والملوک میں ایک روایت لکھی ہے کہ جب
امام حسین شہید ہو گئے تو عمر بن سعد نے ان کا سر خولی بن یزید کی معرفت عبید اللہ

بن زیاد کے یہاں کوفہ روانہ کیا۔ اور خولی سر کو لیکر کوفہ پہنچا تو دیکھا کہ قلعہ کا پھاٹک بند ہے اس لئے اپنے گھر چلا آیا اور سر کو مٹی کے مرتبان کے نیچے رکھدیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ دیکھ حسین کا سر لایا ہوں۔ یہ سنکر اسکی بیوی غصہ ہوئی اور بستر سے اٹھکر اپنے گھر چلی گئی۔ اور اپنے لوگوں سے ذکر کیا کہ میں نے دیکھا کہ آسمان سے لیکر مرتبان تک ستون کی جیسی ایک روشنی ہے جس کے گرد سفید پرندے پرواز کر رہے ہیں۔

اور مفید نے ارشاد صفحہ ۲۶۸ میں لکھا ہے کہ محمد بن سیرین نے کہا کہ آسمان کی یہ سرخی امام حسین کی شہادت کے پہلے نہ تھی۔

مقریزی نے خطط ج ا صفحہ ۴۲۳ مطبوعہ بولاق میں لکھا ہے کہ سری نے کہا کہ جب امام حسین شہید ہو چکے تو آسمان ان پر رونے لگا۔ اور آسمان میں جو سرخی نظر آتی ہے یہی اس کا رونا ہے۔ اور علی بن مسہر سے روائت ہے کہ ان کی دادی نے ان سے کہا کہ جس زمانہ میں امام حسین شہید ہوئے تھے اس وقت وہ جوان تھیں۔ انھوں نے دیکھا کہ کئی دنوں تک آسمان گویا جمے ہوئے خون کا ایک ٹکڑا تھا۔ اور زہری نے لکھا ہے کہ میں نے سنا کہ امام حسین کی شہادت کے روز بیت المقدس کا کوئی پتھر ایسا نہ تھا جسکے نیچے تازہ خون نہ پایا گیا ہو۔ اور ایک روائت یہ ہے کہ شہادت حسین کے بعد تین دنوں تک دنیا تاریک ہو گئی۔ اور ایک دوسری روائت میں ہے کہ آسمان سے اس قدر خون کی بارش ہوئی کہ ہر ایک چیز خون سے بھر گئی۔

اور کتاب نور العین کے صفحہ ۱ میں ہے کہ جب امام حسین کوفہ کا عزم کر کے روانہ ہوئے تو فرشتوں کے لشکر جنت کے عمدہ اونٹوں پر سوار ہاتھوں میں لوہے

کے ہتھیار لئے آپ کے پاس پہنچے آپ کو سلام کیا اور کہا کہ اللہ تعالے
نے ہملوگوں کو آپ کے پاس یہ حکم دیکر بھیجا ہے کہ آپ جو حکم دیں ہملوگ اُس کو
بجا لائیں۔ اور جو لوگ آپ کو صدمہ پہنچانا چاہیں ان سے آپ کو بچائیں۔ اور
آپ کی مدد میں آپ کے دشمنوں سے لڑیں۔ امام حسین نے فرمایا مجھکو تمہاری
حاجت نہیں ہے۔ کوئی شخص مجھکو اور میری جنگ کو روک نہیں سکتا۔ میں اپنے
گھر اور اپنی قبر میں پہنچنے کا ارادہ کر چکا ہوں۔ اسکے بعد وہ فرشتے رخصت
ہو گئے تو پھر ان کے پاس مومن جنوں کا گروہ پہنچا اور آپ کو سلام کرکے کہا
اے ابوعبداللہ ہملوگ آپ کی مدد کیلئے آئے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم لوگ
آپ کے کل دشمنوں کو اُکھاڑ پھینکیں اور آپ کے دشمن آپ کا ایک بال
بیکا نہ کر سکیں۔ امام حسین نے کہا تم لوگوں کا بھلا ہو۔ میں کسی سے نہ لڑوں گا
اور نہ کوئی مجھ سے لڑے گا۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۳ میں امام حسین کی شہادت کے ذکر کرنے کے
بعد لکھا ہے کہ شہادت کے وقت زمین میں زلزلہ آگیا پورب و پچھم تاریک ہو گیا
اور لوگوں پر بجلیاں گریں۔ پھر آسمان کی طرف سے ایک صدا آئی کہ ابوالائمہ
امام ابن امام شہید ہو گیا۔

کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ص ۱۹۲ میں ابوالحسن علی بن عیسٰی بن ابی الفتح اربلی نے
عیسٰی بن حرث کندی سے ایک روایت بیان کی ہے انھوں نے کہا کہ حسین بن
علی علیہما السلام کی شہادت کے بعد سات دنوں تک دھوپ میں اس قدر تیزی
پیدا ہو گئی تھی عصر کی نماز سے فارغ ہو کر جب ہملوگ دیواروں کو دیکھتے تو سرخی
کی سختی کے باعث معلوم ہوتیں کہ کسم کی رنگی ہوئی چادریں ہیں اور ستارے

ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔

سلیمان حسینی بلخی نے ینابیع المودۃ ص ۳۲۱ میں کتاب جمع الفوائد سے ایک روائت نقل کی ہے وہ یہ کہ صاحب جمع الفوائد نے ابوقبیل سے روایت کی ہے۔ کہ جب امام حسین شہید ہوئے تو سورج میں گہن لگ گیا اور ستارے نمودار ہو گئے۔ اور کتاب الصواعق سے ایک روائت بیان کی ہے وہ یہ کہ صاحب کتاب الصواعق نے سفیان بن عیینہ سے روائت کی ہے اور سفیان نے حربہ سے کہ امام حسین کی شہادت کے بعد ایک آدمی کا کپڑا خاکستر ہو گیا۔ اور لوگوں نے ایک اونٹنی ذبح کی تو اسکے گوشت میں آگ کے جیسی کوئی چیز دیکھی پھر گوشت کو پکایا تو اس کا مزہ تھوہڑ کے جیسا کڑوا پایا۔ اور آسمان سرخ ہو گیا سورج میں گہن لگ گیا اور دوپہر کے وقت ستارے نظر آ گئے۔ اور جو پتھر بھی اٹھایا گیا اسکے نیچے تازہ خون دیکھا گیا۔

حافظ ابن عساکر نے تاریخ کبیر ج ۴ صفہ ۳۳۹ میں اسی طرح کے بہت سی روائتیں بیان کی ہیں ان میں سے ایک روائت ام حیان کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ شہادت کے بعد تین دنوں تک دنیا ہم لوگوں پر اندھیری ہو گئی اور جس کسی نے بھی امام حسین کی فوج کا زعفران منہ پر لگایا اس کا منہ جل گیا۔ اور امام حسین کی فوج کا کپڑا راکھ ہو گیا۔ اور اُن کی فوج میں سے ایک اونٹنی ذبح کی گئی تو اُس کے گوشت میں آگ تھی۔

اسی قسم کی ایک روایت سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ صفہ ۱۵۱ میں ابوالوصی اور مروان بن وصین سے نقل کی ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ جس اونٹ پر امام حسین اور اُن کے اصحاب کے سروں کو اٹھا کر لائے تھے

اسکو ذبح کیا گیا تو اس کا گوشت لوگ کھا نہ سکے۔ اسلئے کہ وہ ایلوا سے بھی زیادہ تلخ تھا۔

عبدالوہاب شعرانی نے بھی طبقات صفہ ۲۹ میں اسی طرح کی ایک روائت بیان کی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب ان کا سر کاٹا جا چکا اور لوگ سر کو لیکر چلے تو سب سے پہلی منزل میں جب پانی پینے کو بیٹھے تو ان کے سامنے ایک دیوار سے لوہے کا ایک قلم نکلا اور اس نے اس دیوار پر یہ شعر لکھدیا۔

اَتَرْجُوْا اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

کیا تجھے یہ امید ہے کہ جن لوگوں نے امام حسین کو شہید کیا ہے قیامت کے دن امام حسین کے نانا ان لوگوں کی شفاعت کریں گے۔

احمد بن عبد ربہ نے بھی العقد الفرید ج ۲ ص ۳۰۹ میں یسار بن عبدالحکم سے اسی قسم کی روائت بیان کی ہے کہ جب امام حسین کا لشکر لٹ گیا تو اس میں بدن میں لگانے کی کوئی خوشبو پائی گئی جس کو جس کسی عورت نے بھی استعمال کیا اس کا بدن سفید ہو گیا۔

شرف علی بن عبدالولی نے ریاض الجنان صفہ ۲۷۶ میں لکھا ہے کہ بازری نے منصور بن عمار سے ایک روایت بیان کی کہ انھوں نے ایک آدمی کو شام میں دیکھا کہ اس کا چہرہ سور کے جیسا تھا۔ انھوں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ امام حسین کے قتل کرنے والوں کے ساتھ شرکت کی تھی۔

سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامت ص ۱۵۲ میں لکھا ہے کہ زہری نے ام سلمہ کی ایک روائت بیان کی وہ یہ کہ انھوں نے کہا کہ میں نے جن کا

رونا کبھی نہ سنا تھا بجز اس رات کے جس میں امام حسین شہید ہوئے۔ میں نے سنا کہ کوئی شخص یہ کہہ رہا ہے۔

أَبْكِي قَتِيْلاً بِكَرْبَلَاءِ مُضَرَّجَ الْجِسْمِ بِالدِّمَاءِ

میں کربلا کے اس شہید پر روتا ہوں جس کا بدن خون سے لتھڑا ہوا ہے۔

أَبْكِي قَتِيْلَ الطُّغَاةِ ظُلْمًا بِغَيْرِ جُرْمٍ سِوَى الْوَفَاءِ

میں اس شخص پر گریہ کرتا ہوں جس کو ظالموں نے وفاداری کرنے کے بجائے ناحق اور ظلماً قتل کر ڈالا۔

أَبْكِي قَتِيْلاً بَكَى عَلَيْهِ مِنْ سَاكِنِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ

میں اس شہید پر ماتم کرتا ہوں جس پر زمین اور آسمان کے بسنے والے روتے ہیں۔

هُتِّكَ أَهْلُوْهُ وَاسْتُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِي الْإِمَاءِ

میں اس شہید پر روتا ہوں جس کے لوگ ذلیل و بے عزت کئے گئے اور جن کے جان و مال کو مباح سمجھا گیا جتنا کہ لونڈیوں کے جان و مال کو بھی اللہ نے مباح نہیں کیا۔

يَا بِأَبِي جِسْمُهُ الْمُعَرَّى إِلَّا مِنَ الدِّيْنِ وَالْحَيَاءِ

میرا باپ فدا ہوا اس کا جسم جو برہنہ ہے مگر دین اور حیا سے برہنہ نہیں ہے۔

كُلُّ الرَّزَايَا لَهَا عَزَاءٌ وَمَا لِذَا الرُّزْءِ مِنْ عَزَاءِ

تمام مصائب کے لئے صبر ہے، مگر اس مصیبت کے لئے صبر نہیں

زہری نے کہا کہ ایک جن نے ان پر نوحہ کیا اور کہا۔

خَيْرُ نِسَاءِ الْجِنِّ يَبْكِيْنَ شَجِيَّاتٍ

جن کی نیک عورتیں ماتم زدہ عورتوں کو رلاتی ہیں ——

وَيَلْطِمْنَ خُدُوْدًا كَالدَّنَانِيْرِ نَقِيَّاتٍ

اور اپنے رخساروں کو پیٹ رہی ہیں جو دیناروں کی طرح صاف ستھرے ہیں۔

وَیَلْبَسْنَ ثِیَابَ السُّوْدِ بَعْدَ الْقَصَبِیَّاتِ

اور کتان کا باریک کپڑا پہننے کے بعد سیاہ کپڑے پہنے ہوئی ہیں۔

علی بن الحسن بن عساکر نے تاریخ کبیر ج ۴ ص ۳۴۱ میں یہ روایت لکھی ہے کہ ام سلمہ نے ایک جن کو امام حسین پر نوحہ کرتے سنا۔ لیکن اس باب میں ام سلمہ سے جو روایتیں بھی بیان کی گئی ہیں تحقیق کی محتاج ہیں کیونکہ امام حسین کی شہادت سے تین سال پیشتر ام سلمہ کی وفات ہو چکی تھی جیسا کہ واقدی کا بیان ہے۔

اور کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ ام سلمہ نے جن کو یہ اشعار پڑھتے سنا۔

اَیُّهَا الْقَاتِلُوْنَ ظُلْمًا حُسَیْنًا اَبْشِرُوْا بِالْعَذَابِ وَالتَّنْکِیْلِ

اے لوگو! تم نے ناحق امام حسین کو قتل کیا اس لئے تم لوگوں کو عذاب الٰہی میں گرفتار ہونے پر خوش ہونا چاہیے۔

کُلُّ اَهْلِ السَّمَاءِ یَدْعُوْ عَلَیْکُمْ مِنْ نَبِیٍّ وَمُرْسَلٍ وَقَبِیْلِ

تمہارے نبی رسول سردار اور تمام آسمان والے تم پر لعنت بھیج رہے ہیں۔

قَدْ لُعِنْتُمْ عَلٰی لِسَانِ ابْنِ دَاؤُدَ وَمُوْسٰی وَصَاحِبِ الْاِنْجِیْلِ

حضرت داؤد حضرت موسیٰ حضرت سلیمان علیہم السلام کی زبانیں تم پر لعنت کر رہی ہیں۔

کسی نے کہا کہ ام سلمہ نے جن سے یہ دو شعر سنا۔

اَلَا یَا عَیْنُ فَاحْتَفِلِیْ بِجُهْدٍ وَمَنْ یَبْکِیْ عَلَی الشُّهَدَاءِ بَعْدِیْ

عَلٰی رَهْطٍ تَقُوْدُهُمُ الْمَنَایَا اِلٰی مُتَجَبِّرٍ فِی الْمُلْکِ عَبْدِ

اے آنکھ جہاں تک ممکن ہو خوب رو لے اسلئے کہ میرے بعد ان شہیدوں پر اور کون روئے گا۔

جن کو موتیں کھینچکر اس غلام کے پاس لے گئیں جو اپنی حکومت پر تکبر کرتا ہے۔

ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۴۹ و ۲۵۰ میں لکھا ہے کہ امام حسین کے قتل کرنے والوں میں بہت زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو ان کو قتل کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور ان کے قتل کرنے کو گناہ عظیم سمجھتے تھے۔ لیکن محض اپنی غرض سے مجبور ہو کر قتل کیا جس طرح کہ ملک و سلطنت کیلئے لوگ ایک دوسرے کو قتل کیا کرتے ہیں۔ اور اسی لئے اس باب میں بہتیری غلط روایتیں بیان کی گئی ہیں۔ جیسے امام حسین کی شہادت کے دن آسمان سے خون کا برسنا اور آسمان کا سرخ ہو جانا کہ اس سے پہلے کسی کے قتل ہونے پر ایسا نہیں ہوا تھا حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ آسمان کی سرخی پہلے سے ہے۔ اس کا وجود سبب طبیعی کی بنا پر ہے۔ اسکو آفتاب سے تعلق ہے اور یہ بمنزلہ شفق کے ہے اور اسی طرح یہ بھی جھوٹ ہے کہ دنیا کے ہر ایک پتھر کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ شیعوں نے یوم عاشورہ کے متعلق بہتیری جھوٹ باتیں بیان کی ہیں۔ اور مبالغہ آمیزی کی ہے۔ کہ آفتاب میں گہن لگ گیا، ستارے نمودار ہو گئے۔ ہر پتھر کے نیچے خون پایا گیا۔ آفتاب کے کنارے سرخ ہو گئے، اور آفتاب طلوع ہونے کے وقت اُسکی شعاع خون معلوم ہوتی تھی۔ آسمان جمے ہوئے خون کا ایک ٹکڑا تھا۔ ستارے ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ آسمان سے سرخ خون کی بارش ہوئی۔ اور شہادت سے پہلے آسمان میں سرخی نہ تھی۔ اور ابن لہیعہ نے ابو قبیل معافری سے روایت بیان کی ہے کہ آفتاب میں گہن لگ گیا۔ ظہر کے وقت

ستارے دکھلائی دیے۔ اور جب امام حسینؑ کا سر امیر کے قلعہ میں لایا گیا تو ہر طرف دیوار سے خون جاری ہوگیا۔ تین دن تک زمین اندھیری ہوگئی۔ اور جس شخص نے بھی امام حسینؑ کا کپڑا اور زعفران چھوا وہ آدمی ہی جل گیا۔ اور بیت المقدس کے تمام پتھروں کے نیچے تازہ خون دیکھا گیا۔ اور امام حسینؑ کا اونٹ جو غنیمت میں ملا تھا جب ذبح کرکے اس کو پکایا گیا تو اُس کے گوشت کا مزہ حنظل کی طرح تلخ تھا اسی طرح بہت سی من گھڑت اور بے سروپا باتیں بیان کی ہیں۔

شاعر ابو العلا معری اپنے ایک قصیدہ میں امام حسینؑ اور ان کے والد کی شہادت اور آسمان کی سرخی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے۔

عَلِّلَانِی فَاِنَّ بِیضَ الاَمَانِی ۔۔۔ فَنِیَتْ وَالظَّلَامُ لَیسَ بِفَانِی

اور اپنے جس کلام میں مضمون سابق کی طرف اشارہ کیا ہے یہ ہے۔

وَعَلَی الدَّھرِ مِن دِمَاءِ الشَّھِیدَینِ ۔۔۔ عَلِیٍّ وَنَجلِہٖ شَاھِدَانِ

علیؑ اور ان کے فرزند امام حسینؑ ان دونوں شہیدوں کے خون زمانہ پر دو گواہ ہیں۔

فَھُمَا فِی اَوَاخِرِ اللَّیلِ فَجرَانِ ۔۔۔ وَفِی اَولَیَاتِہٖ شَفَقَانِ

یہ دونوں خون رات کے آخر میں صبح صادق و صبح کاذب کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔ اور ابتدا شب میں یہ دونوں دو شفق ہیں۔

ثَبَتَا فِی قَمِیصِہٖ لِیَجِیَٔ الحَشرَ مُستَعدِیًا اِلَی الرَّحمٰنِ

یہ دونوں خون لباس شب کے اول و آخر میں اسلئے لگ گئے ہیں تاکہ حشر کے دن اپنے رب کے سامنے فریاد کرتے ہوئے آئیں۔

اور جس طرح کہ ابو العلانے لکھا ہے۔ عمر بن الوردی نے بھی اپنی تاریخ ج ۱ ص ۲۴۴ میں بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

نَقَضْتُمْ عُهُودَهُ فِي أَهْلِهِ ۔۔۔ وَحُرْتُمْ عَنْ سُنَنِ الْمَرَاسِمِ

تم لوگوں نے ان کے ساتھ عہد کر کے ان کے لوگوں کے حق میں غداری کی اور خطوں کے لکھنے پر قائم نہ رہے۔

وَقَدْ شَهِدْتُمْ مَقْتَلَ ابْنِ عَمِّهِ ۔۔۔ خَيْرُ مُصَلٍّ بَعْدَهُ وَصَائِمِ

تم نے ان کے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اپنے سامنے قتل کیا جو ان کے بعد سب سے اچھے نمازی اور روزہ دار تھے۔

وَمَا اسْتَحَلَّ بَاغِيًا إِمَامُكُمْ ۔۔۔ يَزِيدُ بِالطَّفِّ مِنِ ابْنِ فَاطِمِ

اور تمہارے امیر یزید نے طف میں فاطمہ کے فرزند کے سوا کسی باغی کے جان و مال کو مباح نہیں سمجھا۔

وَهَا إِلَى الْيَوْمِ الظُّبَا خَاضِبَةٌ ۔۔۔ مِنْ دَمِهِمْ مَنَاسِرَ الْقَشَاعِمِ

اور آج تک تلوار کی دھاریں ان کے خون سے کرگسوں کی چونچوں کو رنگ رہی ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے شہدائے اہلبیت

حافظ ابو عمر بن عبد البر نے استیعاب ج ۱ ص ۱۴۷ میں حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے اہل بیت میں جن لوگوں نے شہادت پائی آج روئے زمین پر ان کا کوئی قائم مقام نہیں ہے۔

ابن ابو الحدید نے شرح نہج البلاغۃ ج ۳ ص ۳۰۷ مطبوعہ مصر میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص سے جو کہ طف کے دن عمر بن سعد کی فوج میں تھا کسی نے کہا تو

غارت ہو تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو قتل کیا۔ اس آدمی نے جواب دیا تو نے لغو بات کہی اسلئے کہ اگر میری جگہ پر وہاں تو ہوتا تو تو بھی وہی کام کرتا جو میں نے کیا۔ حالت یہ ہوئی کہ ایک گروہ اپنی ہاتھوں میں تلوار لیا پکڑے ہوئے بڑے بھاری اژدہا کی طرح ہملوگوں پر حملہ آور ہوا۔ جس نے فوج کے سواروں کو تتر بتر کردیا۔ اور اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالدیا۔ نہ اسکو امان کی حاجت ہوئی نہ اس نے مال و دولت کی خواہش کی۔ اور نہ موت کے حوض پر پہنچنے یا ملک پر مستولی ہونے میں اسکو کوئی روک پیدا ہوئی۔ اگر ہملوگ اسکو چھوڑکر علیحدہ بھی ہوجاتے تو پورا گروہ ہمارے لشکر پر ٹوٹ پڑتا۔ اور ہملوگ قتل کرنیکے لئے حملہ آور نہیں ہوئے بے وقوف ملے

مصعب بن زبیر جس روز شہید ہوئے یہ شعر کہا

وَاِنَّ الاُلٰی بِالطَّفِّ مِنْ آلِ هَاشِمٍ ‌ ‌ تَاَسَّوْا فَسَنُّوا لِلْكِرَامِ التَّاسِيَا

فرات کے ساحل پر بنی ہاشم نے محض ہمدردی میں جان دی ہے اور نیکوں کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنیکا طریقہ قائم کیا ہے۔

اور محمد مرتضیٰ نے تاج العروس میں لکھا ہے کہ یہ شعر سلیمان بن قتہ کا ہے اور بہادر اہلبیت جو مخلوق کے سردار اور نیکوں کے پیشوا ہیں یہ ہیں۔

۱ — (علی بن حسین) ابوالفرج اصبہانی نے مقاتل الطالبین میں ان کو علی اکبر لکھا ہے اور ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ ان کی ماں لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں۔ اور یحییٰ بن حسن اور ہمارے طالبی اصحاب نے کہا ہے کہ جو علی بن حسین شہید کئے گئے ان کی ماں ام ولد تھیں۔

اور میں کہتا ہوں کہ جو علی بن حسین طف میں شہید ہوئے چھوٹے ہیں۔ جس

دن وہ شہید ہوئے اُن کی عمر ۱۹ برس تھی اور علی زین العابدین بڑے ہیں کیونکہ اس وقت اُن کا سن ۲۳ سال تھا جیسا کہ مفید نے لکھا ہے۔

۲- (عبداللہ بن حسین) ابوالفرج اصبہانی نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ ان کی ماں رباب بنت امری القیس بن عدی تھیں۔ حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ امام حسین نے اپنے ایک بچہ کو جونہی اپنی گود میں لاکر بٹھایا تھا کہ عقبہ بن بشیر نے اس بچہ کو تیر مار کر ذبح کرڈالا۔ اور مورع بن سوید بن قیس کا بیان ہے کہ امام حسین کی شہادت میں شرکت کرنیوالوں میں سے کسی نے کہا کہ امام حسین کے پاس ایک چھوٹا سا بچہ تھا جس کے سینہ پر ایک تیر لگا امام حسین رض اس بچہ کے سینہ پر سے خون کو ہاتھ میں لیکر آسمان کی طرف پھینکتے اور یہ کہتے، اے اللہ اس بچہ سے بڑھکر آسانی سے گذرنے والا تیرے نزدیک دوسرا کوئی نہ ہوگا۔

۳- (عباس) ابوالفضل کنیت ہے اور ان کو سقا کے نام سے پکارا جاتا۔ ابن مہنا نے عمدۃ الطالب میں سقا کے ساتھ نامزد ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ طف کے دن یہ امام حسین کیلئے پانی لائے گئے تھے۔ اور امام کے پاس پانی پہنچانے سے پہلے ہی شہید کئے گئے۔ ان کی قبر گھاٹ کے قریب ہے۔ جہاں پر یہ شہید ہوئے۔ شہادت کے روز امام حسین کے علمبردار یہی تھے۔ انھوں نے ۳۴ سال کی عمر میں شہادت پائی۔

ابوالفرج اصبہانی نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ عباس کی ماں ام البنین تھیں اور یہ اپنے حقیقی بھائیوں کی شہادت کے بعد آخر میں شہید ہوئے اسلئے کہ ان کو اولاد تھی اور ان کے دوسرے بھائیوں کو اولاد نہ تھی۔ اسی لئے پہلے

اپنے بھائیوں کو لڑنے کیلئے بھیجا۔ اور جب وہ سب شہید ہو چکے تب یہ بڑھے۔ اور لڑکر شہید ہوئے۔ اور ان سب کا ترکہ ان کے لڑکے کے حصہ میں آیا اور ان کے لڑکے کو سقا (بہشتی) کہتے تھے۔ اور ابوقربہ کی کینت سے پکارتے تھے۔

اور عباسؓ کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے۔

أَحَقُّ النَّاسِ أَنْ يُبْكَى عَلَيْهِ ۔۔۔ فَتًى أَبْكَى الْحُسَيْنَ بِكَرْبَلَاءِ

جس جوان پر امام حسین کربلا میں روئے وہ سب سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ لوگ اس پر روئیں

أَخُوهُ وَابْنُ وَالِدِهِ عَلِيٍّ ۔۔۔ أَبُو الْفَضْلِ الْمُضَرَّجُ بِالدِّمَاءِ

وہ جوان امام حسین کے بھائی اور ان کے والد علیؓ کے بیٹا ابوالفضل عباسؓ ہیں جو خون میں غلطاں ہوئے

وَمَنْ وَاسَاهُ لَا يَثْنِيهِ شَيْءٌ ۔۔۔ وَجَادَ لَهُ عَلَى عَطَشٍ بِمَاءِ

جو جوان امام حسین کی مدد کرے اور پیاس کے وقت اُن کے لئے پانی لائے۔ کوئی تعریف اس کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔

اور کمیت نے بھی ان کے بارے میں کہا ہے۔

وَأَبَا الْفَضْلِ إِنَّ ذِكْرَهُمُ الْحُلْوَ ۔۔۔ شِفَاءُ النُّفُوسِ مِنَ الْأَسْقَامِ

ابوالفضل کا شیریں ذکر بیماروں کیلئے شفا ہے۔

عباس ایک خوبصورت اور حسین آدمی تھے۔ اور بہت ہی خوبصورت گھوڑے پر سوار ہوتے تھے۔ اور اپنے پیروں کو زمین پر رگڑ کر چلتے تھے۔ ان کو بنی ہاشم کا چاند کہا جاتا تھا۔ شہادت کے روز امام حسین کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا۔

۴۔ (عبداللہ بن علی بن ابی طالب) ابوالفرج اصبہانی نے مقاتل الطالبین

میں لکھا ہے کہ ان کی ماں ام البنین بنت حزام تھیں۔ وہ پندرہ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ عباس بن علی نے ان سے کہا کہ میرے سامنے لڑو تاکہ میں دیکھوں کہ تم پہلے شہید ہو جاؤ کیونکہ تمہیں کوئی لڑکا نہیں ہے۔ چنانچہ یہ بڑھے اور ہانی بن ثبیت حضرمی نے حملہ کر کے اُن کو قتل کر ڈالا۔

۵ ۔ (عثمان بن علی بن ابی طالب) ان کی ماں بھی ام البنین بنت حزام ہیں یہ ۲۱ سال کی عمر میں شہید ہوئے اُن کو خولی بن یزید نے تیر مار کر گرا یا۔ اور بنی ابان بن دارم کے ایک آدمی نے قتل کیا اور سر کاٹا۔

۶ ۔ (جعفر بن علی بن ابی طالب) ان کی ماں بھی ام البنین بنت حزام ہیں۔ انھوں نے ۱۹ سال کے سن میں شہادت پائی چونکہ انھیں کوئی اولاد نہ تھی اسلئے عباس رضؓ نے ان کو اپنے سامنے لڑایا اور ان کو بھی ہانی بن ثبیت ہی نے قتل کیا۔ جس نے ان کے بھائی عبداللہ کو قتل کیا۔ اور کسی نے کہا کہ انہیں خولی بن یزید نے قتل کیا۔

۷ ۔ (محمد اصغر بن علی بن ابی طالب) ابو الفرج اصبہانی نے لکھا ہے کہ انکی ماں ام ولد تھیں۔ اور مدائنی سے روائت ہے کہ بنی تمیم کے کسی آدمی نے ان کو قتل کیا۔ جو کہ بنی ابان بن دارم میں سے تھا۔ اور ہشام بن محمد سے روائت ہے کہ ان کی ماں اسماء بنت عمیس ہیں۔ اور واقدی نے کہا کہ محمد اصغر کی ماں ام ولد تھیں اور محمد بن سعد نے بھی طبقات میں ایسا ہی لکھا ہے۔

۸ ۔ (ابو بکر بن علی بن ابی طالب) ابو الفرج نے مقاتل الطالبین میں ذکر کیا ہے کہ ان کی ماں لیلیٰ بنت مسعود بن خالد ہیں۔ ان کو ہمدان کے کسی آدمی

ل ابن جریر طبری صفحہ ۸۹ ج ۶

نے شہید کیا۔ اور مدائنی نے لکھا ہے کہ یہ میدان جنگ میں شہید پائے گئے اور یہ نہ پتہ چلا کہ ان کو کس نے قتل کیا۔

۹۔ (عبداللہ بن علی) ان کی ماں لیلیٰ بنت مسعود ہیں جو ان کے بھائی ابوبکر کی ماں ہیں۔ ابوالفرج اصبہانی نے مقاتل الطالبین میں شہدائے امام حسین میں ان کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اور ابوبکر بن علی کے ذکر کے موقعہ پر لکھا ہے کہ محمد بن علی بن حمزہ نے معرکۂ کربلا کے روز ابراہیم بن علی بن ابی طالب کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ کہ ان کی ماں ام ولد تھیں اور میں نے ان کے سوا اور کسی سے یہ روائت نہیں سنی۔ اور نہ انساب کے کسی کتاب میں ان کا ذکر پایا۔ اور یحییٰ بن حسن نے کہا کہ ابوبکر بن عبیداللہ طلحی نے ان سے کہا اور انھوں نے اپنے والد سے سنا کہ عبیداللہ بن علی امام حسین کے ساتھ شہید ہوئے۔ درانحالیکہ یہ روایت غلط ہے کیونکہ عبیداللہ معرکۂ مذار کے روز قتل ہوئے۔ مختار بن ابی عبید کے لوگوں نے ان کو قتل کیا۔ اور میں نے مذار میں ان کو دیکھا ہے۔

۱۰۔ (ابوبکر بن حسن بن علی بن ابی طالب) ابوالفرج اصبہانی نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ ان کی ماں ام ولد تھیں عبداللہ بن عقبہ غنوی نے ان کو قتل کیا۔ سلیمان بن قتہ نے اپنے اس کلام میں اُنھی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَعِندَ غَنِیٍّ قَطرَۃٌ مِن دِمَائِنَا وَفِی اَسَدٍ اُخرٰی تُعَدُّ وَتُذکَرُ

ہمارے خونوں کا ایک قطرہ غنوی میں ہے۔ اور دوسرا قطرہ اسد میں

۱۱۔ (قاسم بن حسن) ابوالفرج نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ یہ ابوبکر بن حسن کے سگے بھائی ہیں۔ حمید بن مسلم سے روائت ہے کہ ہم لوگوں سے لڑنے کو ایک ایسا خوبصورت لڑکا آیا جس کا چہرہ گویا چاند کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں

تلوار تھی اجسم پر قمیص اور پاجامہ تھے۔ اور مجھے اتنا یاد ہے کہ ان کے ایک جوتے کا تسمہ کٹا ہوا تھا۔ ان کو دیکھکر عمرو بن سعد بن نفیل ازدی نے کہا خدا کی قسم اس لڑکے پر میں حملہ کروں گا میں نے اُس سے کہا کہ تجھے قتل کرنے کا کیا کام ہے۔ جو لوگ اس کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں وہی لوگ قتل کر ڈالیں گے۔ لیکن وہ نہ ہٹا اور اس بچہ کے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ منہ کے بل گر پڑا اور ہائے چچا کہکر ایک چیخ ماری۔ چیخ سنکر امام حسین نے اس طرح دیکھا جیسے کوئی شکاری پرندہ اپنے شکار کو دیکھتا ہے۔ اور غصہ سے بھرے ہوئے شیر کی طرح حملہ آور ہوئے اور عمرو بن سعد کو ایک تلوار ماری۔ عمرو نے کلائی بڑھا کر روکا لیکن کہنی کے نزدیک سے اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ پھر آپ اسکے نزدیک سے لوٹ آئے۔ اور عمرو بن سعد کے سواروں نے جو اسکو دیکھا تو اس کی جان بچانے کے لئے اس پر حملہ کیا لیکن سوار سینوں کے بل اس تیزی سے دوڑے کہ بغیر دیکھے ہوئے اسکو روندڈالا اور اُٹھنے سے پہلے عمرو بن سعد ملعون کا اسی جگہ خاتمہ ہوگیا۔ پھر جب غبار صاف ہوا تو دیکھا گیا کہ قاسم زمین پر اپنے پیروں کو رگڑ رہے ہیں اور امام حسین ان سے کہہ رہے ہیں ان پر خدا کی لعنت ہو جنھوں نے تجھکو قتل کیا۔ تیرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن ان سے پوچھینگے تیرے پکارنے سے تیرے چچا کو سخت تکلیف ہوئی کہ اس نے تجھکو جواب نہ دیا اور جواب دیا بھی تو اس سے تجھکو کوئی فائدہ نہوا۔ آج وہ دن ہے کہ جس میں دشمن زیادہ اور دوست کم ہیں۔ پھر جس وقت امام حسین اُن کو اپنے سینہ پر اُٹھا کر لے چلے تو میں دیکھ رہا تھا کہ اس لڑکے کے دونوں پیر زمین پر گھسٹا رہے تھے۔ اور آپ نے اُس لڑکے کو لیجا کر اپنے لڑکے علی بن حسین

کے پاس ڈالدیا اس کے بعد میں نے اس لڑکے کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب ہیں صلوات اللہ علیہم اجمعین

۱۲ - (عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب) ابو الفرج نے مقاتل الطالبین میں ذکر کیا ہے کہ ان کی ماں شلیل بن عبداللہ کی بیٹی تھیں جو جریر بن عبداللہ بجلی کے بھائی تھے اور کسی نے کہا کہ ان کی ماں ام ولد تھیں۔ حرملہ بن کاہل اسدی نے ان کو قتل کیا اور ایک روایت یہ ہے کہ کسی دوسرے نے قتل کیا۔

۱۳ - (عون بن عبداللہ بن جعفر) ابو الفرج نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ ان کی ماں زینب عقیلہ بنت علی بن ابی طالب ہیں اور زینب کی ماں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

سلیمان بن قتہ نے انہی کے متعلق کہا ہے۔

وَانْدُبِي إِنْ بَكَيْتِ عَوْنًا أَخَاهُ ‏ ‏ لَيْسَ فِيمَا يَنُوبُهُمْ بِخَذُولِ

اے رونے والی آنکھ اگر تو روتی ہے تو عون کے بھائی پر رو جس نے شہدائے کربلا کی مصیبت کے وقت پہلوتہی نہ کی۔

فَلَعَمْرِي لَقَدْ أُصِبْتِ ذَوِي الْقُرْبَى ‏ ‏ فَبَكِّي عَلَى الْمُصَابِ الطَّوِيلِ

البتہ خدا کی قسم تو نے قرابتمندوں کو ختم کردیا اب تو بڑی مصیبت پر رو۔

حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ عون بن عبداللہ بن جعفر کو عبداللہ بن قطنہ تیہانی نے قتل کیا۔

۱۴ - (محمد بن عبداللہ بن جعفر) ابو الفرج نے مقاتل الطالبین میں بیان کیا ہے

ے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ عبداللہ بن قطبہ طائی ہیں ۱۲

کہ ان کی ماں خوصا بنت حفصہ بن ثقیف ہیں۔

سلیمان بن قتہ نے اپنے کلام میں انہی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

سَمِيُّ النَّبِيِّ غُودِرَ فِيهِم قَدْ عَلَوهُ بِصَارِمٍ مَصْقُولِ

نبی کا ہمنام اس طرح ان میں چھوڑا گیا کہ دشمنوں نے اسکو تیز تلوار سے مار ڈالا۔

فَإِذَا مَا بَكَيْتِ عَيْنِي فَجُودِي بِدُمُوعٍ تَسِيلُ كُلَّ مَسِيلِ

اے آنکھ جب تو روتی ہے تو اتنا رو کہ خوب آنسو بہے۔

۱۵۔ (عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب) ابو الفرج اصبہانی نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ ان کی ماں ام ولد ہیں۔ ان کو عثمان بن خالد بن اشیم جہنی اور بشر بن حوط قابضی نے قتل کیا۔

۱۶۔ (جعفر بن عقیل بن ابی طالب) ابو الفرج اصبہانی نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ ان کی ماں ام الثغر بنت عامر بن ہصان ہیں اور کسی نے کہا کہ خوصا بنت ثغریہ ہیں۔ عروہ بن عبداللہ خثعمی نے ان کو قتل کیا۔

۱۷۔ (عبدالرحمن بن عقیل) ابو الفرج اصبہانی نے مقاتل الطالبین میں شہداء کربلا میں عبداللہ اکبر بن عقیل بن ابی طالب کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ کہ ان کی ماں ام ولد تھیں اور مدائنی کے قول پر ان کو عثمان بن خالد بن اشیم جہنی نے اور ہمدان کے کسی شخص نے شہید کیا۔ اور میں کہتا ہوں کہ ان کا نام عبدالرحمن ہے جیسا کہ امام حسین کے مقتل میں میں نے روایت بیان کی ہے۔ اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ان کو امام حسین کے ساتھ شہید ہونے والوں میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ امام حسین کے ساتھ عقیل کے تین لڑکے شہید ہوئے، جعفر عبداللہ اور عبدالرحمن۔

۱۸ ــ (محمد بن سعید بن عقیل بن ابی طالب) ابوالفرج اصبہانی نے لکھا ہے کہ ان کی ماں ام ولد تھیں ان کو لقیط بن یاسر جہنی نے ایک تیر مار کر شہید کیا جیسا کہ حمید بن مسلم کی روایت ہے۔

۱۹ ــ (عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابی طالب) ابوالفرج نے اُن کی ماں کا نام رقیہ بنت علی بن ابی طالب لکھا ہے۔ ان کو عمرو بن صبیح صدائی نے قتل کیا۔ اس طرح کہ اس نے ان پر تیر پھینکا تو انھوں نے پیشانی پر ہاتھ رکھکر تیر کو روکنا چاہا مگر وہ تیر ہاتھ کو چھیدتا ہوا پیشانی کے اندر تک جا پہنچا۔

ہم نے شہدائے کربلا میں اُنیس[۱۹] اہل بیت کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ابوالفرج اصبہانی نے ان کے سوا اور دو شہیدوں کا نام بڑھایا ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) محمد بن مسلم بن عقیل بن ابی طالب (۲) عبیداللہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور لکھا ہے۔

۲۰ ــ (عبیداللہ بن عبداللہ بن جعفر) ان کی ماں خوصا بنت حفصہ ہیں۔ احمد بن سعید سے روایت ہے۔ انھوں نے یحییٰ بن حسن سے سنا کہ یہ امام حسین کے ساتھ طف میں شہید ہوئے۔

۲۱ ــ (محمد بن مسلم بن عقیل) ان کی ماں ام ولد تھیں۔ ان کو لقیط بن ایاس جہنی نے قتل کیا جیسا کہ محمد بن علی ازدی سے روایت ہے۔

اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامت میں امام حسین کے شہیدوں کے ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ انہی شہیدوں کے بارے میں سراقہ باہلی نے کہا ہے۔

عَيْنُ بَكِّي بِعَبْرَةٍ وَعَوِيلِ وَانْدُبِي اِنْ نَدَبْتِ آلَ الرَّسُولِ

اے آنکھ اگر تو آل نبی پر روتی ہے تو آنسو بہا کر چلا کر اور بیان کر کے ماتم کر۔

سَبْعَةٌ مِنْهُمْ لِصُلْبِ عَلِيٍّ قَدْ اُبِيْدُوْا وَسَبْعَةٌ لِعَقِيْلِ

ان میں سات اولاد علی کی نسل تھی اور سات عقیل کی اور یہ سب شہید ہو گئے۔

لَعَنَ اللّٰهُ حَيْثُ حَلَّ زِيَادًا وَابْنَهُ وَالْعَجُوْزَ ذَاتَ الْبُعُوْلِ

زیاد اور ابن زیاد اور شوہروں والی بڈھی عورت پر اللہ کی لعنت ضروری ہو گئی۔

بڈھی عورت سے مراد سمیہ ہے اس کا قصہ مشہور ہے وہ ایک زناکار عورت تھی اور کسی نے کہا کہ اس سے اشارہ مرجانہ کی طرف ہے جو ابن زیاد کی ماں تھی

کربلا سے یزید کے یہاں اہل بیت کی روانگی

ابو الفرج اصبہانی نے مقاتل الطالبین ص ۸۴ میں لکھا ہے کہ جو اہلبیت مقید کر کے یزید کے یہاں لائے گئے یہ تھے حسن بن علی بن ابی طالب کے تین لڑکے عمرو زید اور حسن حسن بن حسن بن علی میدان جنگ سے زخمی اٹھا کے لائے گئے تھے اور علی بن حسین علیہ السلام جن کی ماں ام ولد تھیں اور زینب عقیلہ اور ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب اور سکینہ بنت حسین علیہ السلام۔ اور ابو الفرج نے صرف ان ہی سات کا ذکر کیا ہے۔ باقی امام حسین کی صاحبزادی فاطمہ اور ان کی بہن فاطمہ اور اُن کی بیوی رباب کا کوئی ذکر نہیں کیا حالانکہ یہ تینوں بھی یزید کے گھر لائی گئی تھیں جیسا کہ ہم نے امام حسین کے واقعۂ شہادت کے موقع پر بیان کیا ہے۔

ابو معشر نے روایت کی ہے کہ ان سے محمد بن حسین بن علی نے کہا کہ ہم بارہ آدمی لوہے کے طوق پہنا کر جب یزید کے یہاں حاضر کئے گئے اور ہم لوگوں کے

سلہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ ج ۲ ص ۱۰

جسم پر قمیصیں تھیں اور اس وقت یزید نے کہا تم لوگ عراقی غلاموں ہیں ہو گئے مجھکو نہ تو حسین کے خروج کی خبر ملی اور نہ قتل ہونے کی۔

ابو معشر ہی کی روایت ہے کہ یزید بن زیاد سے محمد بن حسین نے کہا کہ امام حسین کی شہادت کے بعد ہم بارہ لڑکے یزید کے یہاں لائے گئے۔ اس وقت ہم لوگوں میں سب سے بڑے علی بن حسین تھے اور ہم میں سے ہر ایک کا ہاتھ گردن میں بندھا ہوا تھا۔ اس وقت یزید نے کہا عراقی غلاموں نے تم لوگوں کو اپنے میں شامل کر لیا۔ اور مجھکو نہ تو حسین کے خروج کی خبر ہوئی اور نہ ان کے قتل ہونے کی۔

میرے خیال میں یہ دونوں روائتیں ابو معشر کی ایک ہی روایت ہے اور شیخ مفید کے نزدیک یہ خبر صحیح نہیں ہے اور ان کی تحقیق میں امام حسین کے کسی لڑکے کا نام محمد نہ تھا۔

امام حسین کے قاصد جو کوفہ اور بصرہ بھیجے گئے

(مسلم بن عقیل) ابو الفرج اصبہانی نے مقاتل الطالبین میں بیان کیا ہے کہ امام حسین کے ساتھیوں میں سب سے پہلے مسلم بن عقیل قتل کئے گئے۔ ان کی ماں ام ولد تھیں ان کا نام علیہ تھا۔ عقیل ان کو شام سے خرید کر لائے تھے جن کے بطن سے مسلم پیدا ہوئے۔ اور ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

بیاسی نے اعلام میں مع سند ذکر کیا ہے کہ مسلم بن عقیل شیر کے جیسے تھے

---

۵۷ روی احمد بن عبد ربہ فی العقد الفرید ج ۲ - ص ۳۰۸

اور ان کو اتنی زبردست طاقت تھی کہ آدمی کو ہاتھ سے پکڑ کر مکان کے اوپر پھینک دیتے تھے۔ (عبداللہ بن یقطر) ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ امام حسین کے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر بھی امام کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے اور ایک روایت ان کے متعلق یہ ہے کہ یہ واقعہ کربلا سے قبل شہید ہوئے اس طرح کہ امام حسین نے ان کو خط دیکر کوفہ بھیجا تھا۔ اور یہ گرفتار ہو کر ابن زیاد کے پاس آئے اور اس نے ان کو قتل کر دیا۔ اور ہم نے امام حسین کی شہادت کے موقع پر ذکر کیا ہے کہ یہ مسلم بن عقیل کے یہاں بھیجے گئے تھے اور حصین نے ان کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس بھیجا۔ اور ابن زیاد نے ان کو قتل کر ڈالا اور یہی صحیح ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے قاتل

مفید نے ارشاد ص ۲۶۸ میں لکھا ہے کہ بہتیری روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے شہید کرنے والوں میں سے ہر ایک شخص مرنے سے قبل دنیا ہی میں یا تو قتل کیا گیا یا کسی آفت میں مبتلا ہوا۔

سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامت ص ۱۵۰ میں زہری کی روایت بیان کی ہے کہ کل قتل کرنے والوں کو دنیا ہی میں بدلہ ملا کوئی قتل کیا گیا۔ کوئی اندھا ہوا۔ کسی کا منہ سیاہ ہو گیا۔ اور مدت قلیل کے اندر کسی کی حکومت زائل ہو گئی۔

ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۵۰ میں ذکر کیا ہے کہ زہری

سکا یہ کہنا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے کل قتل کرنے والوں کو دنیا میں سزا ملی
ممکن ہے کیونکہ ظلم وہ گناہ ہے جس کی سزا سب سے زیادہ ہے اور امام حسین
پر ظلم کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں امام حسین کی شہادت کے ذکر کرنے کے
بعد لکھا ہے کہ امام حسین کے شہید کرنے کے سبب جو حادثے اور فتنے
پیدا ہوئے اور ان کے متعلق جو روایتیں آئی ہیں زیادہ تر صحیح ہیں۔ اسلئے
کہ کتنے قتل کرنے والے مبتلائے مرض ہوئے اور بہت زیادہ لوگ
دیوانے ہو گئے۔

فہرست کتاب